بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

جلد 70

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 19

شرح چندہ
سالانہ 800روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50پاؤنڈیا
80ڈالرامریکن
یا 60یورو

30رمضان 1442ہجری قمری • 13ہجرت 1400ہجری شمسی • 13مئی 2021ء


## ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ۬ؕ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ (المائدہ:16)

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا ہے جو تمہارے سامنے بہت سی باتیں جو تم (اپنی) کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے خوب کھول کر بیان کر رہا ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے وہ صرف نظر کر رہا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آچکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی۔

## اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7مئی 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

## ہماری یہی آرزو ہے کہ لوگوں کو اُس خدا کا پتہ دیں جسے ہم نے پایا اور دیکھا ہے اور وہ اقرب راہ بتلائیں جس سے انسان جلد باخدا ہو جاتا ہے

### ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

#### مقربانِ بارگاہِ الٰہی کا مقام

یہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی تقاضا نہیں کرتی کہ اس کو ایسی حالت میں چھوڑے کہ وہ ذلیل ہو کر پیسا جاوے۔ نہیں بلکہ جیسے وہ خود وحدہٗ لاشریک ہے وہ اپنے اس بندہ کو بھی ایک فرد اور وحدہٗ لاشریک بنا دیتا ہے۔ دنیا کے تختہ پر کوئی انسان اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہر طرف سے اس پر حملے ہوتے ہیں اور ہر حملہ کرنے والا اس کی طاقت کے اندازہ سے بے خبر ہو کر جانتا ہے کہ میں اسے تباہ کر ڈالوں گا، لیکن آخر اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا بچ نکلنا انسانی طاقت سے باہر کسی قوت کا کام ہے۔ کیونکہ اگر اسے پہلے سے یہ علم ہوتا تو وہ حملہ بھی نہ کرتا۔ پس وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے حضور ایک تقرب حاصل کرتے ہیں اور دنیا میں اس کے وجود اور ہستی پر ایک نشان ہوتے ہیں۔ بظاہر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ہر ایک مخالف اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میرے مقابلہ میں یہ بچ نہیں سکتا، کیونکہ ہر قسم کی تدبیر اور کوشش کے نتائج اسے یہیں تک پہنچاتے ہیں، لیکن جب وہ اس زد میں سے ایک عزت اور احترام کے ساتھ اور سلامتی سے نکلتا ہے تو ایک دم کیلئے تو اسے حیران ہونا پڑتا ہے کہ اگر انسانی طاقت کا ہی کام تھا، تو اسکا بچنا محال تھا لیکن اب اس کا صحیح سلامت رہنا انسان کا نہیں بلکہ خدا کا کام ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی پر جو مخالفانہ حملے ہوتے ہیں، وہ کیوں ہوتے ہیں؟ معرفت اور گیان کے کوچہ سے بے خبر لوگ ایسی مخالفتوں کو ایک ذلت سمجھتے ہیں، مگر ان کو کیا خبر ہوتی ہے کہ اس ذلت میں ان کی لئے ایک عزت اور امتیاز نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہستی پر ایک نشان ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ وجود آیات اللہ کہلاتے ہیں۔

غرض ہم جو اشتہار دے دے کر لوگوں کو بلاتے ہیں تو ہماری یہی آرزو ہے کہ ان کو اس خدا کا پتہ دیں جسے ہم نے پایا اور دیکھا ہے اور وہ اقرب راہ بتلائیں جس سے انسان جلد باخدا ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے خیال میں قصہ کہانی سے کوئی معرفت اور گیان ترقی نہیں پاسکتا جب تک کہ خود عملی حالت سے انسان نہ دیکھے اور یہ بدوں اس راہ کے جو ہماری راہ ہے میسر نہیں اور اس راہ کیلئے ایسی صعوبتوں اور مشقتوں کی ضرورت نہیں۔ یہاں دل بکار ہے۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ دل پر پڑتی ہے اور جس دل میں محبت اور عشق ہو اس کو مورتی سے کیا غرض؟ مورتی پوجا سے انسان کبھی صحیح اور یقینی نتائج پر پہنچ نہیں سکتا۔

(ملفوظات، جلد1، صفحہ 292، مطبوعہ قادیان 2018)

## ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوال کبھی ردّ نہیں فرماتے

(1277) ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بنی ہوئی چادر لائی، وہ کہتی تھی: مَیں اس کو اپنے ہاتھ سے بُن کر اس لئے لائی ہوں کہ مَیں آپؐ کو یہ پہننے کیلئے دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے لی۔ آپؐ کو اس کی ضرورت تھی آپؐ باہر نکلے اور وہ چادر آپؐ کا تہ بند تھی۔ ایک شخص نے اس کی تعریف کی اور کہا: مجھے پہننے کیلئے دے دیجئے، یہ کیا ہی عمدہ ہے۔ لوگوں نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہنی ہے، ایسی حالت میں کہ آپؐ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر باوجود اس کے تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی ہے اور تمہیں علم ہے کہ آپؐ سوال ردّ نہیں کیا کرتے۔ اس نے جواب دیا: مَیں نے اللہ کی قسم اس لئے نہیں مانگی کہ اسے پہنوں بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ تا وہ میرا کفن ہو۔ راوی نے کہا: چنانچہ وہ (چادر) اُن کا کفن ہوئی۔

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: صحابہؓ نے اس کے مانگنے کو برا سمجھا۔ لیکن یہ سن کر کہ وہ اس چادر کو بطور اپنے کفن کے استعمال کرے گا وہ خاموش ہو گئے اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ آپؐ کو ضرورت تھی وہ چادر اس سائل کو دے دی اور اس طرح یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ کی پاک مثال قائم کی۔

(صحیح بخاری، جلد2، کتاب الجنائز، مطبوعہ قادیان 2006)

## شرک کی وجہ سے انسان مخلوقات سے وہ فائدہ حاصل نہیں کرسکتا جو خدا تعالیٰ نے ان میں پوشیدہ رکھا ہے

### ستاروں اور دریاؤں کو خدا بنانے والے کب ان پر حکومت کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں

### اور انسانوں کو خدا بنانے والے کب ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورہ رعد آیت 15 لَہٗ دَعۡوَۃُ الۡحَقِّ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَجِیۡبُوۡنَ لَہُمۡ بِشَیۡءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیۡہِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاہُ وَمَا ہُوَ بِبَالِغِہٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اعلیٰ چیز کو ادنیٰ مقام دینے والا انسان فوائد سے محروم رہ جاتا ہے اسی طرح ادنیٰ کو اعلیٰ مقام دینے والا بھی اس کے فوائد سے محروم رہ جاتا ہے۔ کھرے سکہ کو کھوٹا سمجھنے والا بھوکا مرے گا کیونکہ سکے کو استعمال نہ کرے گا۔ مگر کھوٹے کو کھرا سمجھنے والا بھی وقت پر تکلیف اٹھائے گا کیونکہ وہ اسکے کام نہ آئے گا۔ جو خدا تعالیٰ کی صفات سے آگاہ نہیں وہ اس کی رحمتو سے محروم رہے گا لیکن جو مخلوقات کو خدا بنائے گا وہ بھی ان مخلوقات کے فائدہ سے محروم رہے گا۔ مثلاً پانی انسان کے فائدہ کی ایک چیز ہے اور انسان کے کام آنے کیلئے بنایا گیا ہے اگر کوئی پانی کو انسان کا ہی مقام دے دے اور جس طرح آدمی آدمی کو بلاتا ہے ہاتھ پھیلا کر اسے بلانا شروع کر دے تو پانی اسکے پاس نہ آئے گا اور وہ پانی کے فوائد سے محروم رہ جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ مخلوقات کو خدا بناتے ہیں وہ ان فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں جو ان مخلوقات میں مخفی ہیں۔ ستاروں اور دریاؤں کو خدا بنانے والے کب ان پر حکومت کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں اور انسانوں کو خدا بنانے والے کب ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایک نبی کو خدا بنانے والا نبی والا فائدہ اٹھاتا نہیں اور خدا والا فائدہ نبی پہنچا نہیں سکتا۔ پس اسکے اصل فائدہ سے یہ شخص محروم رہ جاتا ہے۔ ہندوستان کے ترقی کے میدان میں سب سے پیچھے رہ جانے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے پانی اور آگ کو خدا بنا لیا اور اسکے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئے، جو ترقیات کیلئے دو بڑے رکن تھے۔ مگر یورپین لوگوں نے ان سے کام لیا اور ترقی کر کے آگے نکل گئے۔ ہندوؤں کی تو یہاں تک حالت ہے کہ جب دریائے گنگا سے انگریز نہر نکالنے لگے تو انہوں نے شور مچا دیا کہ ہمارے خدا کو کاٹنے لگے۔ مسلمان بھی اپنے تنزل کے وقت بزرگوں کو خدائی صفات دے کر ان سے دعائیں مانگنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عمدہ نمونہ کے طور پر کام آنا جو ان بزرگوں کا اصل فائدہ تھا اس سے محروم ہو گئے اور دعائیں سننے کی ان وفات یافتہ بزرگوں میں طاقت ہی نہ تھی پس انہیں اعلیٰ مقام دے کر ان کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، آپ فوائد سے محروم رہ گئے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ شرک انسانی ترقی میں ایک زبردست روک ہے اور شرک کی وجہ سے انسان مخلوقات سے وہ فائدہ حاصل نہیں کرسکتا جو خدا تعالیٰ نے ان میں پوشیدہ رکھا ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ۔ انکی دعا ضائع اس طرح ہوتی ہے کہ وہ اپنے موقع پر نہیں پہنچتی۔ دعا تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے پاس جائے۔ اگر خط یا پیغامبر کسی دوسری جگہ چلا جائے تو اس کا جانا نہ جانا برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ کافروں کی دعا بے پتہ رہ جاتی ہے۔ دعا کی قبولیت کا اصل مقام تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ لوگ اپنی دعاؤں پر اللہ تعالیٰ کا پتہ لکھتے تو ان کی دعائیں خدا تک ضرور پہنچتیں اور ان کو جواب آجاتا۔ مگر ان لوگوں نے تو مخلوقات کا پتہ لکھنا شروع کر دیا جو دعا کو قبول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے ان کی دعا ضائع ہو جاتی ہے اور تدبیریں ناکام رہتی ہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد3، صفحہ 397، مطبوعہ قادیان 2010)

......☆......☆......☆......

## اس شمارہ میں


حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 23اپریل 2021ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)

اختتامی خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 2012

اختتامی خطاب جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006

خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب | خلاصہ خطبہ جمعہ



جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

## عبد اللہ آتھم کیلئے چار ہزار روپے کا بھاری انعام اگر وہ اقرار کرلے کہ اسلامی پیشگوئی کی شوکت سے نہیں ڈرا

### آتھم کے قسم کھانے پر تین ہزار روپے کا انعام

گزشتہ شماروں میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے آتھم کو دیئے گئے ایک ہزار اور پھر دو ہزار روپے کے انعامی چیلنج کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس شمارہ میں ہم آپؑ کی طرف سے دیئے گئے تین ہزار اور پھر چار ہزار روپے کے انعامی چیلنج کا ذکر کریں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں :

اس تحریر میں آتھم صاحب کے لئے تین ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہے اور یہ انعام بعد قسم بلاتوقف دو معتبر متمول لوگوں کا تحریری ضمانت نامہ لے کر ان کے حوالہ کیا جاوے گا اور اگر چاہیں تو قسم سے پہلے ہی باضابطہ تحریر لے کر یہ روپیہ ان کے حوالہ ہوسکتا ہے یا ایسے دو شخصوں کے حوالہ ہوسکتا ہے جن کو وہ پسند کریں اور اگر ہم بشرائط مذکورہ بالا روپیہ دینے سے پہلوتہی کریں تو ہم کاذب ٹھہریں گے مگر چاہئے کہ ایسی درخواست روز اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر آوے اور ہم مجاز ہوں گے کہ تین ہفتہ کے اندر کسی تاریخ پر روپیہ لیکر آتھم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوجائیں لیکن اگر آتھم صاحب کی طرف سے رجسٹری شدہ خط آنے کے بعد ہم تین ہفتہ کے اندر تین ہزار روپیہ نقد لے کر امرتسر یا فیروز پور یا جس جگہ پنجاب کے شہروں میں سے آتھم صاحب فرماویں ان کے پاس حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ہوگئے اور بعد میں ہمیں کوئی حق باقی نہیں رہے گا جو انہیں ملزم کریں بلکہ خود ہم ہمیشہ کے لئے ملزم اور مغلوب اور جھوٹے متصور ہوں گے۔ (انوارالاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 71)

### کیا اب تین ہزار کے اشتہار کے بعد آتھم قسم کے لئے نکلیں گے؟ جب وہ میعاد کی زندان سے نکلے بولتے بھی نہیں تھے اور سرنگوں رہتے تھے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : **کیا اَے ناظرین** ان کے اس طرز طریق سے ثابت نہیں ہوتا کہ ضرور دال میں کالا ہے۔ غضب کی بات ہے کہ ایک ہزار روپیہ دینا کیا اور **رجسٹری** کر کے اشتہار بھیجا مگر وہ چپ رہے پھر دو ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا پھر بھی ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی اور دونوں **میعادیں گزر گئیں** اب یہ تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا جاتا ہے کیا کسی کو امید ہے کہ اب وہ قسم کھانے کیلئے میدان میں آئیں گے **ہرگز نہیں ہرگز نہیں**۔ وہ تو جھوٹ کی موت سے مر گئے **اب قبر سے کیونکر نکلیں**۔ انکو تو یہ باتیں سن کر غش آتا ہے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں اور ایک عاجز اور خاکی انسان کو خدا بنا کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ میعاد کی **زندان** سے نکلے بولتے بھی نہیں تھے اور سرنگوں رہتے تھے پھر رفتہ رفتہ **شیطانی سوسائٹی** سے مل کر اور دجالی ہوا کے لگنے سے دل سخت ہوگیا اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دیا پس ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک سخت دل اور دنیا پرست آدمی ایک ایسے **مقدمہ** میں پھنس جائے جس سے اسکو جان کا اندیشہ یا دائم الحبس ہونے کا خوف ہو تب وہ دل میں خدا تعالیٰ کو پکارتا رہے اور اپنی بدافعالیوں سے باز رہے اور پھر جب رہائی پا جائے تو اس رہائی کو بخت اور اتفاق پر حمل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو بھلا دیوے۔ (ایضاً صفحہ 74)

### آتھم کے قسم کھانے پر اب ان کیلئے چار ہزار روپے کا بھاری انعام مقرر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ہم اس سے پہلے **تین اشتہار انعامی** زر کثیر یعنی اشتہار انعامی ایک ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے کے لئے شائع کر چکے ہیں اور بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم صاحب ہمارے اس الہام سے منکر ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر یہ ظاہر ہوا کہ آتھم صاحب ایام پیشگوئی میں اس وجہ سے بہ عذاب الٰہی فوت نہیں ہوسکے کہ انہوں نے **حق کی طرف رجوع کرلیا** تو وہ جلسہ عام میں قسم کھالیں کہ یہ بیان سراسر افترا ہے اور اگر افترا نہیں بلکہ حق اور منجانب اللہ ہے اور میں ہی جھوٹ بولتا ہوں تو اَے خدائے قادر اس جھوٹ کی سزا مجھ پر یہ نازل کر کہ میں ایک سال کے اندر سخت عذاب اٹھا کر مرجاؤں۔ غرض یہ قسم ہے جس کا **ہم مطالبہ کرتے ہیں** اور ہم یہ بھی کھول کر تحریر کر چکے ہیں کہ قانون انصاف آتھم صاحب پر واجب کرتا ہے کہ وہ اس تصفیہ کے لئے ضرور قسم کھاویں کہ وہ پیشگوئی کے ایام میں **اسلامی صداقت** سے خائف نہیں ہوئے بلکہ برابر **بندہ پرست** ہی رہے کیونکہ جبکہ **ڈرنے** کا ان کو خود اقرار ہے چنانچہ وہ اس اقرار کو **کئی مرتبہ** رو رو کر ظاہر کر چکے ہیں تو اب یہ **بارِ ثبوت** انہیں کی گردن پر ہے کہ وہ **الہامی پیشگوئی** اور اسلامی صداقت سے نہیں ڈرے بلکہ اس لئے ڈرتے رہے کہ ان کو متواتر یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس پیشگوئی سے پہلے اس عاجز نے ہزاروں کا خون کر دیا ہے اور اب بھی اپنی بات پوری کرنے کے لئے ضرور ان کا خون کر دے گا پس اسی وجہ سے ہمیں قانوناً و انصافاً حق پہنچا جو ہم پبلک پر اصل حقیقت ظاہر کرنے کیلئے آتھم صاحب سے قسم کا مطالبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کرتا ہوا پکڑا جاوے تو صرف یہ اپنا ہی عذر اس کا سنا نہیں جائیگا کہ وہ مثلاً حقہ پینے کیلئے آگ لینے آیا تھا بلکہ اسکی بریت اور صفائی کیلئے کسی شہادت کی حاجت ہوگی۔ سو اسی طرح جب آتھم صاحب نے اپنے پندرہ مہینہ کے حالات اور نیز اقرار سے ثابت کر دیا کہ وہ ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتے رہے ہیں تو بے شک ان سے یہ ایک ایسی بے جا حرکت صادر ہوئی جو ان کی عیسائیت کے استقلال کے برخلاف تھی اور چونکہ وہ حرکت پیشگوئی کے زمانہ میں بلکہ بعض نمونوں کو دیکھ کر ظہور میں آئی اسلئے وہ اس مطالبہ کے نیچے آگئے کہ کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ پیشگوئی کے رعب ناک اثر نے ان کا یہ حال بنا دیا تھا اور ضرور انہوں نے **اسلامی عظمت** کا خوف اپنے دل پر ڈال لیا تھا پس اسی وجہ سے انصاف اور قانون دونوں انکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے منشاء کے موافق قسم کھا کر اپنی بریت ظاہر کریں۔ مگر وہ ایک جھوٹا عذر پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا **ممنوع** ہے پس انکی یہی مثال ہے کہ جیسے ایک چور بے جا مداخلت کیوقت میں پکڑا جائے اور اس سے صفائی کے گواہ مانگے جائیں تو چور حاکم کو یہ کہے کہ میرے مذہب کی رو سے یہ منع ہے کہ میں صفائی کے گواہ پیش کروں یا اپنی بریت کیلئے قسم کھاؤں اسلئے میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ مجھے یوں ہی چھوڑ دو۔ پس جیسا وہ احمق چور قانون عدالت کے برخلاف باتیں کر کے یہ طمع خام دل میں لاتا ہے کہ میں بغیر اپنی بریت ظاہر کرنے کے یوں ہی چھوٹ جاؤں گا اسی طرح آتھم صاحب اپنی سادہ لوحی سے بار بار انجیل پیش کرتے ہیں اور اس الزام سے بری ہونے کا ان کو ذرہ فکر نہیں جو خود انکے اقرار اور کردار سے ان پر ثابت ہو چکا ہے۔ (ایضاً صفحہ 97)

آتھم صاحب کا یکطرفہ بیان جو صرف دعویٰ کے طور پر اغراض نفسانیہ سے بھرا ہوا اور روئیداد موجودہ کے مخالف ہے کیونکر قبول کیا جائے اور کون سی عدالت اس پر اعتماد کر سکتی ہے یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ صرف ہمارے الہام پر مدار نہیں رہا بلکہ آتھم صاحب نے خود موت کے خوف کا اقرار اخباروں میں چھپوا دیا اور جابجا خطوط میں اقرار کیا۔ اب یہ بوجھ آتھم صاحب کی گردن پر ہے کہ اپنے اقرار کو بے ثبوت نہ چھوڑیں بلکہ قسم کے طریق سے جو ایک سہل طریق ہے اور جو ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں مطمئن کر دیں کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرے بلکہ وہ فی الحقیقت ہمیں ایک خونی انسان یقین کرتے اور ہماری تلواروں کی چمک دیکھتے تھے اور ہم انہیں کچھ بھی تکلیف نہیں دیتے بلکہ اس قسم پر چار ہزار روپیہ...... انکی نذر کرینگے۔ (انوارالاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 111)

### قسم کے بعد اگر آتھم ایک سال تک زندہ رہا تو ہر سزا اُٹھانے کیلئے تیار ہوں

مجھے اسی کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم **اب بھی قسم کھانا چاہے** اور انہی الفاظ کیساتھ جو میں پیش کرتا ہوں ایک مجمع میں میرے روبرو تین مرتبہ قسم کھاوے اور ہم آمین کہیں تو میں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دونگا۔ اگر تاریخ قسم سے ایک سال تک زندہ سالم رہا تو وہ **اس کا روپیہ ہوگا**۔ اور پھر اس کے بعد یہ تمام قومیں مجھ کو جو سزا چاہیں دیں اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو میں عذر نہیں کرونگا **اور اگر دنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو** سخت تر سزا ہے تو میں انکار نہیں کرونگا اور خود میرے لئے اس سے زیادہ کوئی رسوائی نہیں ہوگی کہ میں ان کی قسم کے بعد جسکی میرے ہی الہام پر بنا ہے جھوٹا نکلوں۔ (ضیاء الحق رُخ ج 9 صفحہ 316)

### احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی کا نظارہ آتھم کی آنکھوں کے سامنے تھا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

انہیں اس پیشگوئی سے پہلے جو ان کی نسبت کی گئی خوب معلوم تھا کہ احمد بیگ کی نسبت جو موت کی پیشگوئی کی گئی تھی جس کو ایڈیٹر نور افشاں نے چھاپ بھی دیا تھا اور جس کے بہت سے اشتہار بھی شائع ہو چکے تھے وہ کیسی صفائی سے پوری ہوئی...... پس اسی سبب سے اس پیشگوئی کا غم ان کے دل پر بہت ہی غالب ہوا کیونکہ وہ نمونہ کے طور پر ایک پیشگوئی کا پورا ہونا ملاحظہ کر چکے تھے۔ مگر میری قاتلانہ سیرت کی نسبت تو ان کے پاس کوئی نمونہ اور کوئی ثبوت نہ تھا۔ کیا ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت تھا کہ میں جس کی نسبت موت کی پیشگوئی کرتا ہوں اس کو خود قتل کر دیتا ہوں۔ پھر کیا کسی عقلمند کا قیاس اس بات کو باور رکھ سکتا ہے کہ جس بات کا انکے پاس کھلا کھلا نمونہ تھا بلکہ عیسائی پرچہ بھی اسکا گواہ تھا اس تجربہ کردہ اور آزمودہ بات کا تو کچھ بھی خوف ان کے دل پر طاری نہ ہوا مگر قتل کرنے کا خوف دل پر طاری ہوگیا جس کی تصدیق کیلئے کوئی نمونہ ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ شبہ کرنے کی کوئی وجہ تھی...... پیشگوئی کے پورے ہونے کا احتمال آتھم صاحب کی نظر میں کئی وجوہ سے قوی تھا کیونکہ وہ احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی کا پورا ہونا مجھ سے سن چکے تھے...... اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کی نسبت پیشگوئی جس قوت اور شوکت اور پُر زور دعویٰ سے بیان کی گئی وہ بھی ان کو معلوم تھا...... پس جبکہ ایک طرف خوف اور ڈر کے یہ اسباب موجود ہوں اور دوسری طرف خود اقرار ہو کہ میں ایام پیشگوئی میں **ضرور ڈرتا رہا**۔ پس کیا اب تک وہ اس **مطالبہ** کے نیچے نہیں آسکے کہ ہمیں وہ قسم کھا کر مطمئن کریں کہ اس قسم کا ڈر جسکے اسباب اور محرک اور نمونے انکی نظر کے سامنے موجود تھے وہ ہرگز انکے دل پر غالب نہیں ہوا بلکہ ان تلواروں اور برچھیوں نے انکو ڈرایا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہ تھا۔ بہرحال اس دعویٰ کا بارِ ثبوت انکی گردن پر ہے کہ یہ جان کا خوف جس کا وہ کئی دفعہ اقرار کر چکے اسلامی عظمت کے اثر اور پیشگوئی کے **رعب** سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے تھا۔ (انوارالاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 101)

### ایک عیسائی کا اعتراض کہ انعام کا وعدہ محض لاف وگزاف ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : ایک عیسائی صاحب لکھتے ہیں کہ روپیہ دینا صرف لاف و گزاف ہے۔ یعنی آتھم صاحب قسم تو کھالیں مگر ان کو یہ دھڑکہ ہے کہ روپیہ نہیں ملے گا۔ سو یاد رہے کہ یہ بالکل فضول گوئی اور ڈوموں کی طرح صرف رندانہ کلام ہے ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم قسم کھانے سے پہلے باضابطہ تمسک

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

# خطبہ جمعہ

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان و دل پر قائم کر دیا اور وہ ’فاروق‘ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے حق و باطل میں فرق کر دیا**

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت دوسرے خلیفہ راشد فاروق اعظم، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً کہ اے اللہ! خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر

جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! عمرؓ کے اسلام لانے سے آسمان والے بھی خوش ہیں

چھ مرحومین مکرم احمد محمد عثمان شبوطی صاحب صدر جماعت احمدیہ یمن، مکرم قریشی ذکاء اللہ صاحب اکاؤنٹنٹ دفتر جلسہ سالانہ، مکرم ملک خالق داد صاحب کینیڈا، مکرم محمد سلیم صابر صاحب کارکن نظارت امورِ عامہ، محترمہ نعیمہ لطیف صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب آف امریکہ اور محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب آف کینیڈا کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی بابت متعدد روایات کا بیان

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 23؍اپریل 2021ء بمطابق 23؍شہادت 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

آج مَیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کروں گا۔ حضرت عمرؓ کا تعلق قبیلہ بنو عدی بن کعب بن لُؤَی سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام حَنْتَمَہ بنت ہاشم تھا۔ اسی طرح آپؓ کی والدہ ابوجہل کی چچا زاد ہمشیرہ بنتی ہیں اور دوسرے قول کے مطابق ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام تھا۔ اس طرح وہ ابوجہل کی بہن بنتی ہیں لیکن یہ روایت جو بہن والی ہے یہ زیادہ تسلیم نہیں کی جاتی۔ ابوعمرؓ کہتے ہیں کہ جو یہ کہتا ہے کہ ابوجہل کی بہن تھیں تو اس نے خطا کی۔ اگر ایسا ہوتا تو ابوجہل اور حارث کی بہن ہوتیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ وہ ان دونوں کی چچا کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد کا نام ہاشم ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 4 صفحہ 484 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2005ء)

(اسد الغابة جلد 4 صفحہ 138 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2003ء)

حضرت عمرؓ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مختلف روایات بیان ہوئی ہیں جن کے مطابق حضرت عمرؓ کی تاریخ پیدائش کا سال الگ الگ بنتا ہے۔ چنانچہ ایک رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بڑی جنگِ فجار سے چار سال قبل پیدا ہوئے تھے جبکہ دوسری جگہ لکھا ہے کہ بڑی جنگ فُجار کے چار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اسے جنگ فُجار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لڑائی حرمت والے مہینے میں ہوئی جو بہت فسق و فجور والی بات ہے۔ یہ جنگ چار مرحلوں میں ہوئی تھی۔ چوتھی جنگ کو اَلْفُجَارُ الْاَعْظَم، بڑی جنگ فجار کے علاوہ اَلْفُجَارُ الْاَعْظَمُ الْآخِر آخری بڑی جنگ فجار بھی کہتے ہیں۔ یہ قریش اور بنو کنانہ نیز ہوازن کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر جلد 47 صفحہ 45 عمر بن خطاب مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

(الاصابة فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 484 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2005ء) (ماخوذ از اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 102 مطبوعہ دارالسلام ریاض 1424ھ)

عام الفیل 570 عیسوی کا سال ہے اور اس کے تیرہ سال بعد کے حساب سے حضرت عمرؓ کی پیدائش کا سال 583ء بنتا ہے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے 6 نبوی میں اسلام قبول کیا اور اس وقت ان کی عمر 26 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 204 اسلام عمر رضی اللہ عنہ۔ دارالکتب العلمیة بیروت 1990ء) (ماخوذ از اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 75 مطبوعہ دارالسلام ریاض 1424ھ)

سنہ عیسوی کے اعتبار سے 6 نبوی 616 عیسوی کا سال بنتا ہے۔ اگر اس وقت حضرت عمرؓ 26 سال کے تھے تو ان کی پیدائش کا سال 590ء بنتا ہے۔ چوتھی رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تب پیدا ہوئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیس سال کے تھے۔ (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جزء اول صفحہ 259، ولادۃ عمرؓ، مؤسسة شعبان بیروت)

بہرحال یہ مختلف آراء ہیں۔ تقریباً اکیس اور چھبیس سال کے درمیان کی عمر بنتی ہے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عمرؓ کی کنیت ابوحفص تھی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 4 صفحہ 484 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2005ء)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو ہاشم اور کچھ دوسرے لوگ قریش کے ساتھ مجبوراً آئے ہیں وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ پس تم میں سے جو کوئی بنو ہاشم کے کسی آدمی سے ملے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو اَبُو الْبَخْتَرِی سے ملے وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان سے ملے تو وہ ان کو بھی قتل نہ کرے کیونکہ یہ لوگ مجبوراً قریش کے ساتھ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحُذَیفہؓ بن عُتبہ نے کہا کہ ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو تو قتل کریں اور عباسؓ کو چھوڑ دیں۔ اللہ کی قسم! اگر مَیں اسے یعنی عباسؓ کو ملا تو میں تلوار سے ضرور اسے قتل کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا۔ اے ابوحفص! حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا رسول اللہ کے چچا کے چہرے پر تلوار ماری جائے گی؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں کہ میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں جس نے یہ کہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے یعنی ابوحذیفہؓ نے منافقت دکھائی ہے۔ حضرت ابوحذیفہؓ بعد میں کہا کرتے تھے کہ مَیں اس کلمہ کی وجہ سے جو میں نے اس دن کہا تھا چین میں نہیں رہا اور ہمیشہ اس سے ڈرتا رہا سوائے اس کے کہ شہادت میری اس بات کا کفارہ کر دے چنانچہ حضرت ابوحذیفہؓ جنگ یمامہ کے دن شہید ہو گئے تھے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 429 باب غزوہ بدر، نھی النبیؐ اصحابہ عن قتل ناس من المشرکین مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ’فاروق‘ کے لقب سے نوازا تھا۔

(ماخوذ از اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 4 صفحہ 143 دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

اس لقب کا پس منظر کیا تھا؟ اس کے بعد یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ کا لقب فاروق کس طرح رکھا گیا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ نے مجھ سے تین روز قبل اسلام قبول کیا تھا۔ میں اتفاقاً مسجد حرام کی طرف جا نکلا تو ابوجہل تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالیاں دیتے ہوئے گیا۔ پھر انہوں نے حضرت حمزہؓ کی وہ ساری بات بیان کی جو انہوں نے کیا کہ جب حضرت حمزہؓ کو خبر ہوئی تو اپنی کمان لے کر خانہ کعبہ کی طرف چلے اور قریش کے اس حلقے میں جس میں ابوجہل بیٹھا تھا اس کے سامنے اپنی کمان پر سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کو مسلسل گھورنے لگے۔ ابوجہل نے آپؓ کے چہرے سے ناراضگی محسوس کی تو اس نے کہا اے ابوعمارہ! یہ حضرت حمزہؓ کی کنیت تھی، کیا معاملہ ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت حمزہؓ نے اپنی کمان زور سے اسکی گال پر ماری کہ وہ کٹ گئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ اور ان کے غصہ کے خوف کی وجہ سے قریش نے فوراً جھگڑا ختم کروا دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اس طرح ہوا جو میں نے بھی دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن میں باہر نکلا تو راستے میں مجھے بنو مخزوم کا ایک شخص ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر مَیں نے کر لیا ہے تو اس میں کون سی بڑی بات ہے۔ اس نے بھی تو کر لیا ہے جس پر تم کو مجھ سے زیادہ حق ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی۔ یہ سن کر جب میں اپنی بہن کے گھر گیا تو میں نے دروازے کو بند پایا اور مجھے وہاں کچھ پڑھنے کی سرگوشیاں سنائی دیں۔ میرے لیے دروازہ کھولا گیا اور میں اندر داخل ہو گیا اور ان سے کہا یہ کیا ہے جو میں نے تم سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا تم نے کیا سنا ہے؟ اس مکالمے میں بات بڑھ گئی اور میں نے بہنوئی کا سر پکڑ لیا اور

اس کو مارا اور اسے لہولہان کر دیا۔ میری بہن اٹھی اور اس نے مجھے سر سے پکڑ لیا اور کہا یہ تمہاری خواہش کے خلاف ہوا ہے یعنی ہمارا اسلام لانا تمہاری خواہش کے خلاف ہے۔ بہر حال دوسری روایت میں بہن کے زخمی ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جب بہنوئی کا خون دیکھا یا ہوسکتا ہے کہ اس وقت بہن کا بھی ہو گیا ہو تو مجھے شرمندگی ہوئی اور میں بیٹھ گیا اور کہا مجھے یہ کتاب دکھاؤ۔ میری بہن نے کہا کہ اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اگر سچ بول رہے ہو تو جاؤ اور غسل کرو۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور آکر بیٹھ گیا تو انہوں نے وہ صحیفہ میرے لیے نکالا۔ اس میں تھا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ میں نے کہا یہ نام تو بڑے طیب اور پاکیزہ ہیں۔ اس کے بعد تھا۔ طٰہٰ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی یہاں سے لے کر لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی تک، طٰہٰ کی آیت 2 سے 9 تک تھیں۔ کہتے ہیں میرے دل میں اس کلام کی بڑی عظمت پیدا ہوئی۔ میں نے کہا قریش اس سے بھاگتے ہیں۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میری بہن نے بتایا کہ وہ دارِ ارقم میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو وہاں موجود صحابہ جمع ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ نے ان سے کہا تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا عمرؓ۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ خواہ عمرؓ ہی ہو اس کیلئے دروازہ کھول دو۔ اگر وہ باہر دروازے پہ کھڑا ہے۔ اگر وہ اچھے ارادے سے آئے ہیں تو ہم انہیں قبول کر لیں گے اور اگر وہ بری نیت سے آئے ہیں تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لیں۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اس پر گھر میں موجود تمام صحابہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر! کہا جس کو اہل مکہ نے سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا پھر یہ اخفاء کیوں ہے؟ ہم اپنے دین کو چھپا کے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ اس کے بعد ہم وہاں سے دو صفوں میں ہو کر نکلے۔ ایک صف میں مَیں تھا اور دوسری صف میں حضرت حمزہؓ تھے یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اس پر قریش نے مجھے اور حمزہؓ کو دیکھا اور ان کو ایسا شدید دکھ اور تکلیف پہنچی کہ اس طرح کی تکلیف پہلے کبھی نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام 'فاروق' رکھا کیونکہ اسلام کو تقویت پہنچی اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز پیدا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء از جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی صفحہ 91 تا 92 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

ایوب بن موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان و دل پر قائم کر دیا اور وہ 'فاروق' ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے حق و باطل میں فرق کر دیا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ 143 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت عمرؓ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں تھے۔ رنگ سرخی مائل اور مونچھیں گھنی تھیں جن کے کناروں پر سرخی جھلکتی تھی اور آپؓ کے رخسار ہلکے پھلکے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 484 عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

زمانۂ جاہلیت میں حضرت عمرؓ کے جو شغل تھے ان کے بارے میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ گھڑ سواری اور کُشتی حضرت عمرؓ کے محبوب مشاغل میں سے تھے۔ عُکاظ کے میلے میں ہر سال کُشتی کا مقابلہ عموماً حضرت عمرؓ ہی جیتا کرتے تھے۔ نوجوانی میں عرب کے عام رواج کے مطابق اپنے والد کے اونٹ چَرایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 51-52 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہیں تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت اس زمانے میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 133 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت عمرؓ اشرافِ قریش میں سے تھے۔ قبل از اسلام قریش کی طرف سے سفارت کا عہدہ آپؓ کے سپرد تھا اور قریش کا دستور تھا کہ جب ان کے درمیان یا ان کے اور غیروں کے درمیان کوئی جنگ ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ کو بطور سفیر بھیجتے تھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد 3 صفحہ 642 عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

جب حبشہ کی طرف بعض مسلمانوں نے ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے جو واقف تھے ان کو ہجرت کرتے دیکھ کے حضرت عمرؓ کا جو ردّ عمل تھا باوجود اس کے کہ آپؓ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور سخت طبیعت کے بھی مالک تھے لیکن ردّ عمل نہایت رِقّت والا تھا۔ اس بارے میں حضرت امّ عبداللہ بنت ابو حَثْمَہؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! جب ہم سرزمین حبشہ کی جانب روانہ ہونے لگے اور میرے شوہر عامِر بن رَبِیْعَہ اپنے کسی کام سے گئے ہوئے تھے تو اسی دوران حضرت عمر بن خطابؓ آئے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے اور وہ ابھی تک اپنے شرک پر ہی قائم تھے اور ہمیں ان کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے ام عبداللہ! لگتا ہے کہیں روانگی کا ارادہ ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قَسم! ضرور ہم اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے۔ کہیں جا رہے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں کہ کہاں جانا ہے۔ بڑی وسیع زمین ہے اللہ کی۔ تم لوگوں نے تو ہمیں بہت ستایا ہے اور ہم پر بہت ظلم ڈھائے ہیں یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے لیے اب نجات کی راہ پیدا کر دی ہے۔ ام عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ وہ کہنے لگے اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ ام عبداللہ کہتی ہیں کہ جیسی رقّت اس وقت میں نے ان پر طاری دیکھی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے نکلنے نے انہیں غمگین کر دیا تھا۔ ام عبداللہ کہتی ہیں کہ جب عامر بن ربیعہ اپنے کام سے واپس آئے تو میں نے ان سے کہا اے عبداللہ! کاش ابھی تم عمر کی حالت دیکھتے اور ہمارے لیے ان کی رِقّت اور غم کو دیکھتے۔ عامر بن ربیعہ نے کہا کیا تم ان کے اسلام لانے کی امید رکھتی ہو؟ اس بات سے متاثر ہو گئی ہو گی کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ وہ کہتی ہیں میں نے کہا ہاں۔ اس پر اس نے یعنی عامر بن ربیعہ نے کہا کہ وہ کبھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ جسے تم نے دیکھا ہے وہ اسلام قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ خطاب کا گدھا اسلام قبول کر لے۔ ام عبداللہ کہتی ہیں حضرت عمرؓ کی اسلام کے متعلق سختی اور شدت کو دیکھ کر اس سے مایوس ہوتے ہوئے عامر بن ربیعہ نے یہ بات کہی تھی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 159 باب ذکر اسلام عمر بن الخطابؓ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

اتنا سخت دشمن ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے وہ اسلام قبول کر لے۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ''حضرت عمرؓ کو اسلام سے شدید دشمنی تھی۔'' آپؓ فرماتے ہیں ''لیکن ان میں روحانی قابلیت بھی موجود تھی یعنی باوجود آپؓ میں شدید غصہ ہونے کے، باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو تکالیف پہنچانے کے ان کے اندر جذبہ رِقّت بھی موجود تھا۔ چنانچہ جب حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تو مسلمانوں نے نماز فجر سے پہلے مکہ سے روانگی کی تیاری کی تا کہ مشرک انہیں روکیں نہیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ مکہ میں یہ رواج تھا کہ رات کو بعض رؤساء شہر کا دورہ کیا کرتے تھے تا کہ چوری وغیرہ نہ ہو۔'' جائزہ لیتے تھے گلیوں میں۔ ''اسی دستور کے مطابق حضرت عمرؓ بھی رات کو پھر رہے تھے کہ آپؓ نے دیکھا۔ ایک جگہ گھر کا سب سامان بندھا پڑا ہے۔'' سارا سامان۔ ''آپؓ آگے بڑھے۔ ایک صحابیہؓ سامان کے پاس کھڑی تھیں۔ اس صحابیہؓ کے خاوند کے ساتھ شاید حضرت عمرؓ کے تعلقات تھے۔ اس لئے آپ نے اس صحابیہؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ بی بی یہ کیا بات ہے، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی لمبے سفر پر جا رہی ہو۔ اس صحابیہؓ کا خاوند وہاں نہیں تھا۔ اگر وہ وہاں ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ مشرکینِ مکہ کی عداوتوں اور دشمنیوں کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر وہ کوئی بہانہ بنا دیتا۔'' کہ جا رہے ہیں کہ نہیں جا رہے۔ یا تھوڑا سفر ہے یا کس جگہ جا رہے ہیں یا قریب ہی کوئی جگہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''لیکن عورت کو یہ حِس نہیں تھی۔'' اس عورت کو یہ خیال نہیں آیا۔ یا تھی بھی تو اس نے سچائی سے کام لیا۔ ''اس صحابیہؓ نے کہا عمرؓ! ہم تو مکہ چھوڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تم مکہ چھوڑ رہی ہو؟ صحابیہؓ نے کہا ہاں ہم مکہ چھوڑ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کیوں مکہ چھوڑ رہے ہو؟ صحابیہؓ نے جواب دیا کہ عمرؓ! ہم اس لئے مکہ چھوڑ رہے ہیں کہ تم اور تمہارے بھائی ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت کرنے میں یہاں آزادی میسر نہیں۔ اس لئے ہم وطن چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں جا رہے ہیں۔ اب باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ اسلام کے شدید دشمن تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خود مسلمانوں کو مارنے پر تیار رہتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں اس صحابیہؓ سے یہ جواب سن کر کہ ہم وطن چھوڑ رہے ہیں اس لئے کہ تم اور تمہارے بھائی ہمارا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت آزادی سے نہیں کرنے دیتے حضرت عمرؓ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔'' یہ بات سن کے ''اور اس صحابیہؓ کا نام لے کر کہا کہ اچھا جاؤ خدا تمہارا حافظ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ پر رقّت کا ایسا جذبہ آیا کہ آپؓ نے خیال کیا کہ اگر میں نے دوسری طرف منہ نہ کیا تو مجھے رونا آجائے گا۔ اتنے میں اس صحابیہؓ کے خاوند بھی آگئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عمرؓ! اسلام کے شدید دشمن ہیں۔ انہوں نے جب آپؓ کو وہاں کھڑا دیکھا تو خیال کیا یہ ہمارے سفر میں کوئی روک پیدا نہ کر دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ یہاں کیسے آگیا؟ اس نے بتایا کہ وہ اِس اس طرح آیا تھا اور اس نے سوال کیا تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ کوئی شرارت نہ کر دے۔'' اس وقت جانے لگے ہوں گے، وہاں کھڑے دیکھا ہو گا۔ اس کے بعد ان کے آنے سے پہلے ہی یا قریب پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عمرؓ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ یا ان کے ملنے کے بعد روانہ ہوئے۔ بہر حال انہوں نے کہا کوئی شرارت نہ کر دے۔ ''اس صحابیہؓ نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے (عرب عورتیں عام طور پر اپنے خاوندوں کو چچا کا بیٹا کہا کرتی تھیں) تم تو یہ کہتے ہو کہ وہ کہیں کوئی شرارت نہ کر دے مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کسی دن مسلمان ہو جانا ہے کیونکہ جب میں نے کہا عمرؓ! ہم اس لئے مکہ چھوڑ رہے ہیں کہ تم اور تمہارے بھائی ہمیں خدائے واحد کی عبادت آزادی سے نہیں کرنے دیتے تو اس نے منہ پھیر لیا اور کہا۔ اچھا جاؤ خدا تمہارا حافظ ہو۔ اسکی آواز میں ارتعاش تھا اور میں سمجھتی ہوں کہ اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور کسی دن مسلمان ہو جائیگا۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 140-141)

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں بھی کی تھیں۔ اس بارے میں روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ إِلَیْکَ بِأَبِیْ جَھْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ اے اللہ! تو ان دو اشخاص ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے اپنے زیادہ محبوب شخص کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے اللہ کو زیادہ محبوب حضرت عمرؓ تھے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب حدیث 3681)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ أَیِّدِ الدِّیْنَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ سے دین کی تائید فرما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً کہ اے اللہ! خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر۔

(مستدرک للحاکم علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 89 کتاب معرفۃ الصحابہ باب من مناقب امیر المومنین عمر بن الخطابؓ حدیث نمبر 4485-4483 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایک دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ أَیِّدِ

اَلْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ، عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ اے اللہ! ان دو لوگوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کی تائید فرما۔ عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام۔ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ عمر بن خطابؓ سے یا عمرو بن ہشام سے۔ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! عمرؓ کے اسلام لانے سے آسمان والے بھی خوش ہیں۔ طبقات الکبریٰ کی یہ روایت ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 143 باب اسلام عمرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ذوالحجہ 6/ نبوی میں اسلام قبول کیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 204 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 1990ء)

قبول اسلام کی وجہ بننے والے متعدد واقعات و روایات کتب حدیث اور سیرت میں مذکور ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے متعلق ایک روایت یہ ہے۔ سیرۃ الحلبیۃ میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے لوگوں سے کہا کہ اے گروہِ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور تمہیں بے عقل ٹھہراتا ہے۔ نیز تمہارے بزرگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا میری طرف سے وہ ایک سو سرخ و سیاہ اونٹوں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی کے انعام کا حق دار ہوگا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا یعنی تقریباً 126 گرام اور بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بنتی ہے لیکن بہر حال ایک بہت بڑی رقم تھی جو اس نے (اوقیہ جو ہے 126 گرام ہے تو یہ بہت بڑی رقم بنتی ہے) انعام کے طور پر مقرر کی تھی اور ایک دوسری روایت جو ہے وہ اس طرح ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے اس کو اتنے اوقیہ سونا اور اتنے اوقیہ چاندی اور اتنا مشک اور اتنے قیمتی کپڑے اور اس کے علاوہ دوسری بہت سی چیزیں دینے کا اعلان کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بولے کہ میں اس انعام کا حق دار بنوں گا۔ لوگوں نے کہا بے شک عمرؓ یہ انعام تمہارا ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے اس بارے میں باقاعدہ معاہدہ کیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ننگی تلوار اپنے کندھے سے لٹکا کر رسول اللہؐ کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں ایک جگہ سے گزرا جہاں ایک بچھڑا ذبح کیا جا رہا تھا۔ میں نے اس بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سنی۔ اے آلِ ذَرِیح! (ذَرِیح اس بچھڑے کا نام تھا جو ذبح کیا جا رہا تھا) ایک پکارنے والا پکار رہا ہے اور صاف آواز میں کہہ رہا ہے اور اس بات کی گواہی کی طرف بلا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے کہا اس میں میری طرف ہی اشارہ ہے۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 470 باب الہجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشۃ ...... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء) (لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527)

اگر سیرۃ الحلبیۃ کی یہ روایت صحیح ہے تو لگتا ہے کوئی کشفی نظارہ تھا جو آپؓ نے وہاں اس وقت دیکھا یا کسی طرف سے آواز آئی۔

تیسری روایت حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں جو ملتی ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حرم میں طواف کرنے کے ارادے سے آیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو ملک شام کی طرف منہ کر لیا کرتے تھے یعنی بیت المقدس کے پتھر کی طرف اس طرح کہ آپؐ کعبہ کو اپنے اور شام یعنی بیت المقدس کے درمیان کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ کی نماز کی جگہ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ہوا کرتی تھی۔ رکن یمانی کعبہ کا جنوب مغربی کونہ ہے جو یمن کی طرف ہے کیونکہ اس کے بغیر بیت المقدس کا سامنا نہیں ہوتا تھا۔ غرض حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ آج کی رات میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سنوں کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر میں سننے کیلئے ان کے قریب گیا تو میں انہیں ہوشیار کر دوں گا اس لیے میں حجر اسود کی طرف سے آیا اور خانہ کعبہ کے غلاف کے پیچھے ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے ہو گیا جس طرف آپؐ نے منہ کیا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان غلاف کعبہ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جب میں نے قرآن کریم سنا تو میرا دل اس کی وجہ سے پگھل گیا اور میں رو پڑا اور اسلام میرے اندر داخل ہو گیا۔ میں اسی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کی اور وہاں سے واپس تشریف لے گئے تو میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیروں کی آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ میں آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچانے کیلئے آپؐ کا پیچھا کر رہا ہوں۔ آپؐ نے مجھے ڈانٹا اور پھر کہا: اے ابن خطاب! تم اتنی رات گئے کس ارادے سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے ایمان لانے کیلئے آیا ہوں۔

ایک چوتھی روایت جو ہے وہ اس طرح ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں ایک رات میری بہن کو درد زِہ اٹھا تو میں گھر سے نکل آیا اور دعا کرنے کیلئے کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حجر اسود کے پاس جتنی اللہ نے چاہی نماز پڑھی اور پھر تشریف لے گئے۔ اس وقت میں نے ایسا کلام سنا جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عمر ہوں تو آپؐ نے فرمایا اے عمر! تم مجھے نہ رات کو چھوڑتے ہو اور نہ دن کو۔ یہ سن کر میں ڈرا کہ کہیں آپؐ میرے لیے بددعا نہ فرما دیں تو میں نے فوراً کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تب آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمر! کیا تم اپنے اسلام کو چھپانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے کہ میں اپنے اسلام کا بھی اسی طرح اعلان کروں گا جیسے اپنے شرک کا اعلان کیا کرتا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت پر قائم رکھے۔ اس کے بعد آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ اسکے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور آپؐ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ 469 باب الہجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشۃ ...... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 135)

اسلام قبول کرنے کے متعلق جو پانچویں اور مشہور روایت ہے اس کی کچھ مختصر تفصیل پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ تلوار سونتے ہوئے نکلے۔ راستے میں بنو زُہرہ کا ایک آدمی ملا اس نے آپؓ سے پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں (نعوذ باللہ)۔ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے کیا تم بنو ہاشم اور بنو زُہرہ سے امن پا لوگے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم صابی ہو گئے ہو۔ اس کو بھی کہا اور اپنے دین سے پھر گئے ہو جس پر تم تھے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عمر! کیا میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں۔ مجھے تم کہہ رہے ہو کہ صابی ہو گئے ہو تو اس سے بھی بڑی بات بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں صابی ہو گئے ہیں اور اس دین سے منحرف ہو گئے ہیں جس پر تم ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ دونوں کو ملامت کرتے ہوئے ان کے گھر آئے۔ دونوں کے پاس مہاجرین میں سے ایک صحابی حضرت خبّابؓ تھے۔ حضرت خبابؓ کے ضمن میں یہ واقعہ میں نے پہلے بیان بھی کیا ہے۔ انہوں نے جب حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے تو کہا تم کیا پڑھ رہے تھے؟ یہ کیا آواز تھی جو میں نے تمہاری طرف سے سنی ہے؟ اس وقت وہ لوگ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا ایک بات کے سوا کچھ نہ تھا جو ہم آپس میں کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم دونوں اپنے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔ حضرت عمرؓ کے بہنوئی نے کہا اے عمرؓ! کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ حق تمہارے دین کے سوا دوسرے دین میں ہو۔ سچائی کی تلاش کرنی ہے ناں تو کبھی تم نے غور کیا ہے کہ شاید دوسرے دین میں سچائی ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی کو پکڑ لیا اور سختی سے زدوکوب کیا۔ آپؓ کی بہن اپنے خاوند کو بچانے کیلئے آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان پر بھی ہاتھ اٹھا دیا جس سے ان کے چہرے سے (بہن کے چہرے سے) خون بہنے لگا۔ انہوں نے غصہ سے کہا اے عمرؓ! اگر سچائی تیرے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہے تو تُو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب حضرت عمرؓ عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمرؓ پڑھنا جانتے تھے۔ آپؓ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اسے کوئی ناپاکی کی حالت میں نہیں چھو سکتا۔ پس اٹھو اور غسل کرو یا وضو کر لو۔ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر وضو کیا۔ پھر کتاب لے کر پڑھنے لگے وہ سورۂ طٰہٰ تھی۔ جب اس آیت پر پہنچے کہ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ: 15) یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کیلئے نماز کو قائم کر۔ اس آیت کو پڑھنے کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاؤ۔ یہ بات سن کر حضرت خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھر سے نکلے اور کہنے لگے کہ اے عمرؓ! تمہیں خوشخبری ہو۔ میری خواہش ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعرات کی رات کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ سے عزت دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس گھر میں تھے جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا۔ حضرت عمرؓ

## ارشاد باری تعالیٰ

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر: 18)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

## ارشاد باری تعالیٰ

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (آل عمران: 134)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔ وہ متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

چلے یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہؓ، حضرت طلحہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہؓ تھے۔ حضرت حمزہؓ نے ان کو دیکھا کہ یہ لوگ عمرؓ سے ڈر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اچھا تو یہ عمرؓ ہیں۔ اگر اللہ ان کو خیر سے لایا ہے تو یہ اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ ہو تو ان کو قتل کرنا ہم پر آسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تھے اور آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپؐ بھی باہر نکلے اور عمرؓ کے پاس آئے اور ان کو سینے سے پکڑا اور فرمایا اے عمرؓ! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تم پر رسوائی اور دردناک عذاب نازل نہ کر دے جس طرح ولید بن مغیرہ کیلئے نازل کیا۔ پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطابؓ ہے۔ اے اللہ! دین کو عمر بن خطابؓ کے ذریعہ عزت دے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کر لیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی اشاعت کیلئے باہر نکلیں۔

مَعْمَر اور زُہری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَارِ اَرْقَم میں آنے کے بعد اسلام قبول کیا اور دَارِ اَرْقَم میں مسلمان ہونے والے چالیسویں یا چالیس سے کچھ زیادہ مرد و خواتین کے بعد اسلام قبول کرنے والے تھے۔ دَارِ اَرْقَم وہ مکان یا مرکز ہے جو ایک نومسلم ارقم بن ارقم کا مکان تھا اور مکہ سے ذرا باہر تھا۔ وہاں مسلمان جمع ہوتے تھے اور یہ دین سیکھنے اور عبادت وغیرہ کرنے کیلئے ایک مرکز تھا اور اسی شہرت کی وجہ سے اسکا نام ''دارالاسلام'' بھی مشہور ہوا اور یہ مکہ میں تین سال تک مرکز رہا۔ وہیں خاموشی سے عبادت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں لگا کرتی تھیں اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو پھر کھل کر باہر نکلنا شروع کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس مرکز میں اسلام لانے والے آخری شخص تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دار ارقم سے نکل کر برملا تبلیغ کرنے لگ گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 142-143 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء) (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 129)

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا یہی واقعہ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ ایک اَور جگہ بھی ملتا ہے۔ اس جگہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے جبکہ دوسری جگہ سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے جن کی حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے گھر میں تلاوت کی تھی۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 140 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بارے میں ایک چھٹی روایت بھی ہے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قبول اسلام سے پہلے مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے ہیں۔ میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع کی۔ میں قرآن کریم کی بناوٹ اور ترکیب سے متعجب ہوا اور میں نے کہا بخدا یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب میں نے یہ سوچا تو آپؐ نے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (الحاقۃ: 41-42) وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی یقیناً یہ عزت والے رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ بہت کم ہے جو تم ایمان لاتے ہو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تو کاہن ہے، جادوگر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا کہ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ۔ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ (الحاقۃ: 43 تا 48) تو پھر آپؐ نے اس سورت کی آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور نہ یہ کہ یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔ ایک تنزیل ہے تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ایک بھی اس سے ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت سے اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 108-109 مسند عمر بن الخطاب حدیث 107 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اور ایک ساتویں روایت بھی ملتی ہے جو بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا خیال ہے کہ یہ ایسے ہے تو وہ ویسے ہی ہوتی ہے جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت شخص گزرا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ شاید میرا گمان غلط ہو یا تو یہ شخص جاہلیت والے اپنے دین پر ہے یا یہ ان لوگوں کا کاہن تھا۔ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اسے آپؓ کے پاس بلا کر لایا گیا تو انہوں نے اس شخص سے وہی کہا۔ اس نے کہا کہ میں نے آج کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا جس میں کسی مسلمان شخص کا یوں استقبال کیا گیا ہو۔ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مَیں قسم دیتا ہوں کہ تمہیں مجھے ضرور بتانا ہوگا۔ اس نے کہا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کوئی بہت عجیب بات جو تمہاری جِنّی تمہارے پاس لائی ہو۔ کاہن تھے جادو کرتے تھے۔ کوئی جِنّی تمہارے پاس کوئی عجیب بات لائی ہو۔ اس نے کہا کہ ایک دفعہ جبکہ میں بازار میں تھا کہ وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس میں گھبراہٹ معلوم کی۔ اس جِنّی نے کہا۔ کیا تم نے جِنّوں کو نہیں دیکھا اور ان کی پریشانی اور حیرت کو اور اونٹنیوں اور ان کے پالانوں سے ان کے جا ملنے کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ ایک بار مَیں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک شخص گائے کا بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا تو ایک آواز دینے والے نے چیخ لگائی۔ میں نے اس سے بلند آواز میں چیخنے والا کبھی نہیں سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے حد سے بڑھے ہوئے دشمن! ایک بامراد اور عمدہ کام ہے۔ ایک خوش بیان شخص ہے وہ کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس پر لوگ اٹھے۔ میں نے کہا میں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ اس کے پیچھے کون ہے۔ پھر آواز آئی اے حد سے بڑھے ہوئے دشمن! ایک بامراد اور عمدہ کام ہے۔ ایک خوش بیان شخص ہے وہ کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ یعنی تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس پر میں بھی کھڑا ہو گیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کہا جانے لگا کہ یہ نبی ہیں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی جگہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بھی آتا ہے۔ تو یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث 3866)

بہرحال حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں تاریخ و سیرت کی کتب میں مختلف روایات ملتی ہیں اور ان میں سب سے مشہور یعنی جو اکثر کتب میں مذکور ہے وہ وہی روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ تلوار لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کیلئے نکلے تھے تو راستہ میں کسی نے بتایا کہ اپنے گھر کی خبر لیں، تو آپ اپنے بہن اور بہنوئی کے گھر گئے اور یہی روایت زیادہ ترمانی جاتی ہے اور اس کا ہی اکثر جگہوں پہ ذکر ہے۔ گو بے شمار روایتیں اَور بھی ہیں جو مَیں نے بیان کی ہیں۔ بہرحال مَیں نے جو روایتیں بیان کی ہیں اپنی اپنی ان روایتوں کو جنہوں نے بھی صحت پر سمجھا ہے، مؤرخین نے بھی اور سیرت لکھنے والوں نے بھی، اس پر بڑی بحثیں کی ہیں لیکن بہرحال ہم تو اسی روایت کو صحیح مانتے ہیں جو بہن اور بہنوئی کے گھر والا معاملہ تھا اور پھر وہاں سے دار ارقم میں آپؓ گئے۔ یہ کہا جا سکتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی مذکورہ تمام روایات ہی اپنی جگہ درست ہوں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مختلف مواقع پر حضرت عمرؓ کے دل میں تبدیلی کے واقعات ہوتے رہے۔ بعض دفعہ تبدیلی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں لیکن آخری قدم نہیں اٹھایا جاتا اور آخری واقعہ وہی ہوا جب اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر میں قرآن کریم سنا اور اسلام قبول کرنے کے لیے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے۔

''حضرت عمرؓ کی عمر اس وقت تینتیس سال کی تھی اور آپ اپنے قبیلہ بنو عدی کے رئیس تھے۔'' جب آپؓ نے بیعت کی ہے، اسلام قبول کیا ہے تو ''قریش میں سفارت کا عہدہ بھی انہی کے سپرد تھا۔'' اور ویسے بھی نہایت بارعب اور جری اور دلیر تھے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے دارِ ارقم سے نکل کر برملا مسجد حرام میں نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ آخری صحابی تھے جو دار ارقم میں ایمان لائے اور یہ بعثت نبوی کے چھٹے سال کے آخری ماہ کا واقعہ ہے۔ اس وقت مکہ میں مسلمان مردوں کی تعداد چالیس تھی۔''

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 159)

باقی اس بارے میں ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ اس میں پہلے احمد محمد عثمان شبوطی صاحب ہیں جو محمد عثمان شبوطی صاحب آف یمن کے بیٹے تھے۔ 9/اپریل 2021ء کو ستاسی سال کی عمر میں مصر میں ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

احمد محمد عثمان شبوطی صاحب کی پیدائش یمن کے شہر عدن میں ہوئی تھی۔ جب مکرم غلام احمد صاحب مبلغ عدن گئے ہیں تو اس وقت شبوطی صاحب نے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ کو جماعت احمدیہ یمن میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی اور ایک لمبا عرصہ سے بحیثیت صدر جماعت احمدیہ یمن خدمت کی توفیق پا رہے تھے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی یعنی تا وفات اس عہدے پر قائم تھے۔ آپ کی شادی مکرمہ وسیمہ محمد صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد احمد عدنی صاحب سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حاجی محمد دین صاحب دہلوی اور صحابیہ حضرت حسینہ بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پوتی ہیں۔ شبوطی صاحب کا نکاح بھی پھر ربوہ میں ہی ہوا تھا لیکن غیر حاضری میں ہوا تھا۔ بہرحال پھر ان کا مرکز سے تعلق پیدا ہوا۔ شبوطی صاحب کو ربوہ جانے کی بھی توفیق ملی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا۔ بزرگوں سے بھی وہاں ملے، صحابہ سے بھی ملے۔ شبوطی صاحب نے برطانیہ کی متعدد یونیورسٹیوں سے نرسنگ اور ہیلتھ مینجمنٹ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور لیور پول یونیورسٹی سے ہیلتھ ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز کی ڈگری کی۔ یمن سینٹرل ہیلتھ انسٹی ٹیوٹ کے Dean کے عہدے سمیت صحت کے میدان میں تقریباً انتیس سال تک متعدد عہدوں پر فائز رہے۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک کے علاوہ دیگر کئی


## ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم میں سے جس کیلئے باب الدعا کھولا گیا تو گویا اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے
اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اس سے عافیت مطلوب کرنا محبوب ہے

(ترمذی، ابواب الدعوات)

طالب دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)



## دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ
وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ (مسلم، کتاب الذکر)

اے میرے رب! میں تجھ سے اس دن کی خیر چاہتا ہوں اور اس کے بعد کی بھلائی بھی
اور میں تجھ سے اس دن کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کے بعد کی بُرائی سے بھی

طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

ممالک میں عالمی ادارۂ صحت کے عارضی مشیر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھے اور چند ماہ سے مصر میں منتقل ہو گئے تھے اور کوشش یہ تھی کہ یہاں یوکے آجائیں۔ وہاں علاج بھی ہو رہا تھا لیکن پھر زیادہ بیماری کی وجہ سے چند دن ہسپتال میں رہ کر آخر 9راپریل کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹے محمد شبوطی امریکہ میں ڈاکٹر اور تین بیٹیاں ہیں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہیں۔ بڑی بیٹی تو یمن میں ہیں۔ ایک بیٹی جرمنی میں ہیں اور مروٰی شبوطی صاحبہ ہمارے یہاں یوکے میں ہیں۔ ایم ٹی اے العربیۃ میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔

ان کی بیٹی مروٰی شبوطی کہتی ہیں کہ یہ درست ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے لیکن میں نے اپنے باپ سے بھی ماؤں جیسی شفقت پائی۔ یا یوں کہیے کہ مجھے باپ کے اور ماں کے پیار میں کبھی فرق محسوس نہیں ہوا۔ کہتی ہیں میرے والد متقی، صالح، اعلیٰ اخلاق کے مالک، نہایت عاجز اور خاکسار تھے۔ صبر وصدق اور امانت کے پیکر، غریب پرور اور تمام لوگوں سے بلکہ انسانیت سے محبت کرنے والے تھے اور یہ بہت سے لکھنے والوں نے لکھا ہے۔ غیروں نے بھی جو ان کے واقف کار تھے یہی باتیں لکھی ہیں۔ اپنے کام کو نہایت باریک بینی سے سرانجام دیتے تھے۔ وقت کی پابندی اور وعدوں کا پاس کرنے والے تھے۔ اکثر عبادت ونوافل ادا کرتے تھے اور فرض نمازوں کی پابندی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتی ہیں کہ 2002ء میں ان کو، ان کے دونوں ماں باپ کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔

یمن کے قائمقام صدر جماعت خالد علی الصبری صاحب کہتے ہیں مرحوم کبرسنی کے باوجود رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ نیک دل، ہمیشہ مسکرانے والے، سخی اور مہمان نواز تھے۔ ہر احمدی سے مہربان باپ کی طرح سلوک کرتے تھے۔ جب بھی کوئی جماعتی ضرورت ہوتی تو اپنی ذاتی جیب سے خرچ کرتے اور جماعتی استعمال کی چیزیں جیسے پرنٹر اور فیکس مشین وغیرہ خود ہی خریدتے تھے۔ غریب لاچاروں کیلئے بڑے ہی رحمدل اور شفقت کرنے والے تھے۔ ہر غریب احمدی پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ احمدی یتامیٰ اور بیوگان کی کفالت کرتے تھے۔ جنگ سے متاثر ایک فیملی کے مکان کا کرایہ بھی خود جیب سے ادا کرتے تھے۔ بڑی عمر کے باوجود انہوں نے 2018ء میں عدن سے صنعاء کا بیس گھنٹے کا طویل اور پُر مشقت سفر کیا جبکہ سعودی حملوں کی وجہ سے راستہ نہایت خطرناک تھا اور جگہ جگہ چیکنگ بھی ہوتی تھی۔ بڑھاپے کے باعث ان کیلئے چلنا بھی مشکل تھا۔ انہوں نے یہ سفر صرف صنعاء جماعت کے ساتھ عید پڑھنے اور غریب فیملیوں کو عیدی دینے اور ان کی خوشی میں شریک ہونے کیلئے کیا تھا۔ تمام احباب جماعت اس وقت ان کی آمد سے خوش ہوئے۔

اگلا ذکر مکرم قریشی ذکاء اللہ صاحب کا ہے جو دفتر جلسہ سالانہ کے اکاؤنٹنٹ تھے۔ یہ بھی 9راپریل کو ستاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

قریشی صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے نانا اور ان کی اہلیہ کے دادا حضرت خورشید علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لائے تو حضرت خورشید علی صاحبؓ نے سولہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ قریشی صاحب کی اہلیہ وفات پا چکی ہیں۔ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اور بیٹا حافظ قرآن ہے۔ یہیں یوکے میں رہتے ہیں۔ ایک بیٹی دفتر پی ایس ربوہ کے ہمارے کارکن کی اہلیہ ہیں۔ دوسری بیٹی مانچسٹر میں ہیں۔ ایک بیٹی وفات پا چکی ہیں۔

1954ء میں انہوں نے جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صدر نگران بورڈ کے زیر سایہ انہوں نے بطور ریلیونگ کلرک کے کام کیا۔ 58 سال سے اوپر انہوں نے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی ملازمت کی۔ ان کے بیٹے حافظ شمس الضحیٰ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ انہیں کام کا موقع ملا اور حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک دن گھر گئے تو شروع میں پہلے دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ان کو کہا کہ تشریف رکھیں تو کہتے ہیں میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے سامنے میں کس طرح برابری پہ بیٹھ سکتا ہوں۔ اس پہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے فرمایا اَلۡاَمۡرُ فَوۡقَ الۡاَدَبِ یعنی حکم ادب اور احترام پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس پر وہ بیٹھ گئے۔ بڑا احترام تھا۔ کہتے ہیں میرے والد صاحب خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ پنجوقتہ نماز باجماعت کے پابند تو تھے ہی، تہجد کا التزام کرتے تھے۔ مرحومین کی طرف سے چندہ جات کی ادائیگی کرتے تھے۔ خاندان کے بزرگوں کو اپنے گھر رکھ کر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ بعض کی وفات بھی ہمارے گھر میں ہوئی۔ خلافت سے بہت وفا اور پیار کا تعلق تھا اور ہم میں بھی اس کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ کہتے ہیں بچپن میں مجھے نماز پر ساتھ لے جاتے اور اکثر راستے میں یہی کہا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی خلیفہ وقت تمہیں کام کیلئے پکاریں تو ہمیشہ تیار رہنا۔ اور بعض غریبوں کے گھروں کے اخراجات بھی انہوں نے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کی بیٹی امۃ السلام کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے اپنی ذاتی جائیداد سے ایک کنال پلاٹ محلہ نصیر آباد سلطان ربوہ میں مسجد کی تعمیر کی غرض سے صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کیا تھا۔ ایک ماہ میں دو مرتبہ عموماً قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔

پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا سب بہن بھائیوں کو اچھی طرح پڑھایا لکھایا۔ ان کی اچھی تربیت کی۔

اگلا ذکر مکرم ملک خالق داد صاحب کینیڈا کا ہے جو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ان کے نانا حضرت شیخ نور الدین صاحب تاجر قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور آپ کے دادا محترم مولا داد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ لمبا عرصہ کراچی میں بطور صدر حلقہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ کینیڈا میں شعبہ مال میں خدمت بجالاتے رہے۔ پابند صوم وصلوٰۃ، ہمدرد، شفیق، غریب پرور، نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ چندہ کی ادائیگی اور مالی تحریکات میں حصہ لینے کیلئے ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ خلافت کے ساتھ عقیدت کا والہانہ تعلق تھا اور یہ میں نے بھی ان میں دیکھا ہے۔ خلافت کیلئے غیر معمولی تعلق کا اظہار تھا۔ مرحوم اللہ کے فضل سے ابتدائی موصیان میں سے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے ان کے کینیڈا کی نیشنل عاملہ میں خدمت کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر محمد سلیم صابر صاحب کا ہے جو نظارت امور عامہ کے کارکن تھے۔ 27رمارچ کو 77 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ سلیم صابر صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے والد حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آئی تھی۔ ان کے والد قادیان کے قریب ونجواں نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور انہوں نے 1903ء میں خود قادیان جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ 19 مئی 1962ء سے صدر انجمن احمدیہ میں ان کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد 1968ء میں دیوان سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ان کی ٹرانسفر ہو گئی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خود ان کو اپنے دفتر کے لیے منتخب کیا۔ پھر 87ء سے لے کر 06ء تک امور عامہ میں محتسب رہے۔ ان کا عرصہ خدمت تقریباً 59 سال بنتا ہے۔

مرحوم موصی تھے۔ ان کے بھتیجے اور داماد کہتے ہیں کہ تہجد کے عادی تھے۔ نمازوں میں عموماً اور تہجد میں خصوصاً اتنی درد سے دعائیں کرتے تھے کہ انسان جو ساتھ بیٹھا تھا اس کا بھی دل پگھل جاتا تھا۔ نئی نسل کو باقاعدگی سے خلیفۂ وقت کی اطاعت کا درس دینے والے، اپنے دفتری اوقات کے علاوہ بھی دفتر کو وقت دینے والے، جماعت کے کسی بھی فرد کے دکھ کو اپنا سمجھنے والے، لوگوں کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھنے والے اور لوگوں کے مسائل کو خلیفۂ وقت کی اطاعت اور جماعت کی اطاعت کو سامنے رکھ کر حل کرنے والے، ہر لمحہ درود شریف کا ورد کرنے والے، خاموشی سے غرباء کی مدد کرنے والے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

اگلا ذکر محترمہ نعیمہ لطیف صاحبہ کا ہے جو صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب امریکہ کی اہلیہ تھیں۔ 10 مارچ کو ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مرحومہ کے شوہر مکرم صاحبزادہ مہدی لطیف صاحب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کے پوتے ہیں۔ مرحومہ نے 1969ء میں پشاور یونیورسٹی سے Botany میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پشاور کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ میں ریسرچ کا کام شروع کیا۔ 1972ء تک اس سے منسلک رہیں۔ 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر نصرت جہاں کے تحت اپنے آپ کو وقف کیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سعید ملک صاحب بھی نائیجیریا روانہ ہوئے اور 1975ء تک وہاں قیام رکھا اور اس دوران آپ ویمن عریبک ٹیچرز کالج گساؤ (Women Arabic Teachers College Gusau) کی پرنسپل کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں۔ 1975ء میں امریکہ کیلئے روانہ ہو گئیں۔ یہاں پھر آپ نے یونیورسٹی آف نیبراسکا (University of Nebraska) کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ میں ریسرچر کے طور پر کام کیا۔ پھر وہاں سے میری لینڈ آ گئیں۔ یہاں میری لینڈ میں لگاتار لجنہ میں آپ کو خدمات کا موقع ملا اور امریکہ کی نائب صدر لجنہ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ واشنگٹن لجنہ کی صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ بہت محبت کرنے والی، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے والی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ چار بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں۔ ان کی اولاد نہیں ہے۔ ایک بھائی نائب امیر امریکہ ہیں اور ایک دارالقضا امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔

اگلا ذکر صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب کینیڈا کا ہے جو 80 سال کی عمر میں 11 مارچ کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ محترم مولوی چراغ دین صاحب سابق مربی سلسلہ پشاور کی بڑی بیٹی تھیں۔ واہ کینٹ میں لمبا عرصہ صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ان کے شوہر 1993ء میں ایک ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد بچوں کی بہترین تربیت کی۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، صابر اور شاکر خاتون تھیں۔ ملنسار بہت زیادہ تھیں۔ نیک دل اور ہمدرد خاتون تھیں۔ وصیت بھی انہوں نے 1/3 حصہ کی کی ہوئی تھی۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہے۔ آپ کے سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔

......☆......☆......☆......

**سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:**

”خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے
جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 32، صفحہ 340)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

**سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:**

”قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور
سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 345)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

# نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر صحابہؓ کی حالت

جب یہ خبر مسجد میں صحابہ کو ملی جن میں سے اکثر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد میں آپ کی صحت کی خوشخبری سننے کے انتظار میں تھے تو اُن پر ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت ابوبکرؓ اُس وقت تھوڑی دیر کیلئے کسی کام کیلئے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ مسجد میں تھے جب اُنہوں نے لوگوں کو یہ بات کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو اُنہوں نے نیام سے تلوار نکال لی اور کہا خدا کی قسم! جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں مَیں اُس کا سَر اُڑا دوں گا۔ ابھی تک منافق دنیا میں باقی ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہو سکتے۔ اگر اُن کی روح جسم سے جدا ہوگئی ہے تو وہ صرف موسیٰؑ کی طرح خدا کی ملاقات کیلئے گئی ہے اور پھر واپس آئے گی اور دنیا سے منافقوں کا قلع قمع کرے گی۔ یہ کہا اور ننگی تلوار لے کر اس روح فرسا خبر کے صدمہ سے مجنونوں کی طرح اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے اور ساتھ ساتھ یہ کہتے جاتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو میں اُسے قتل کر دوں گا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ جب ہم نے حضرت عمرؓ کو اس طرح ٹہلتے ہوئے دیکھا تو ہمارے دلوں کو بھی ڈھارس بندھی اور ہم نے کہا عمرؓ سچ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت نہیں ہوئے ضرور اس بارہ میں لوگوں کو غلطی لگی ہے اور عمرؓ کے قول کے ساتھ ہم نے اپنے دلوں کو تسلی دینی شروع کی۔ اتنے میں بعض لوگوں نے دَوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کو صورتِ حالات سے اطلاع دی۔ اُن سے اطلاع پا کر حضرت ابوبکرؓ بھی مسجد میں پہنچ گئے مگر کسی سے بات نہ کی سیدھے گھر میں چلے گئے اور جا کر حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو گئے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئے آپ کے منہ پر سے کپڑا اُٹھایا آپ کے ماتھے کو بوسہ دیا اور محبت کے چمکتے ہوئے آنسو آپ کی آنکھوں سے گرے اور آپ نے فرمایا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ یعنی یہ نہیں ہوگا کہ ایک تو آپ جسمانی طور پر فوت ہو جائیں اور دوسری موت آپ پر یہ وارد ہو کہ آپ کی جماعت غلط عقائد اور غلط خیالوں میں مبتلا ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ باہر آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ منبر کی طرف بڑھے۔ جب آپ منبر پر کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ بھی تلوار کھینچ کر آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اِس نیت سے کہ اگر ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو میں اُن کو قتل کر دوں گا۔ جب آپ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا کپڑا کھینچا اور آپ کو خاموش کرنا چاہا مگر آپ نے کپڑے کو جھٹک کر اُن کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور پھر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ یعنی اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ کے ایک رسول تھے اُن سے پہلے اور بہت سے رسول گزرے ہیں اور سب کے سب فوت ہو چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنے دین کو چھوڑ کر پھر جاؤ گے؟ دین خدا کا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو نہیں۔ یہ آیت اُحد کے وقت نازل ہوئی تھی جب کہ بعض لوگ یہ سن کر کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں دل چھوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ اِس آیت کے پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اُس پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی۔ وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ اور جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اُس کو مَیں بتائے دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جس وقت ابوبکرؓ نے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھنی شروع کی تو میرے ہوش درست ہونے شروع ہوئے۔ اِس آیت کے ختم کرنے تک میری روحانی آنکھیں کھل گئیں اور میں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ میں فوت ہو گئے ہیں تب میرے گھٹنے کانپ گئے اور میں نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا۔

وہ شخص جو تلوار سے ابوبکرؓ کو مارنا چاہتا تھا وہ اب ابوبکرؓ کے صداقت بھرے لفظوں کے ساتھ خود قتل ہو گیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ میں یہ آیت ہمیں بھول ہی گئی تھی۔ اُس وقت حسان بن ثابتؓ نے جو مدینہ کے ایک بہت بڑے شاعر تھے یہ شعر کہا۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو تو میری آنکھوں کی پُتلی تھا آج تیرے مرنے سے میری آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اب تیرے مرنے کے بعد کوئی مرے، میرا باپ مرے، میرا بھائی مرے، میرا بیٹا مرے، میری بیوی مرے مجھے اِن میں سے کسی کی موت کی پرواہ نہیں۔ میں تو تیری ہی موت سے ڈرا کرتا تھا۔

یہ شعر ہر مسلمان کے دل کی آواز تھا۔ اس کے بعد کئی دنوں تک مدینہ کی گلیوں میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مسلمان بچے یہی شعر پڑھتے پھرتے تھے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو تو ہماری آنکھوں کی پتلی تھا تیرے مرنے سے ہم تو اندھے ہو گئے۔ اب ہمارا کوئی عزیز اور قریبی رشتہ دار مرے ہمیں پرواہ نہیں۔ ہمیں تو تیری ہی موت کا خوف تھا۔

اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد و بارك وسلم

### سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات بیان کرنے کے بعد اب میں آپ کے اخلاق کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ کے متعلق مجموعی شہادت وہ ہے جو آپ کی قوم نے دی کہ آپ کی نبوت کے دعویٰ سے پہلے آپ کی قوم نے آپ کا نام امین اور صدیق رکھا۔

دنیا میں ایسے لوگ بہت ہوتے ہیں جن کی نسبت بد دیانتی کا ثبوت نہیں ملتا۔ ایسے لوگ بھی بہت ہوتے ہیں جن کو کسی کڑی آزمائش میں سے گزرنے کا موقع نہیں ملتا۔ ہاں وہ معمولی آزمائشوں سے گزرتے ہیں اور ان کی امانت قائم رہتی ہے لیکن اِس کے باوجود ان کی قوم ان کو کوئی خاص نام نہیں دیتی۔ اس لئے کہ خاص نام اُسی وقت دیئے جاتے ہیں جب کوئی شخص کسی خاص صفت میں دوسرے تمام لوگوں پر فوقیت لے جاتا ہے۔ لڑائی میں شامل ہونے والا ہر سپاہی اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتا ہے لیکن نہ انگریزی قوم ہر سپاہی کو وکٹوریہ کراس دیتی ہے نہ جرمن قوم ہر سپاہی کو آئرن کراس دیتی ہے۔ فرانس میں علمی مشغلہ رکھنے والے لوگ لاکھوں ہیں لیکن ہر شخص کو لیجن آف آنر (LEGION OF HONOUR) کا فیتہ نہیں ملتا۔ پس محض کسی شخص کا امانت دار اور صادق ہونا اُس کی عظمت پر خاص روشنی نہیں ڈالتا۔ لیکن کسی شخص کو ساری قوم کا امین اور صدیق کا خطاب دے دینا یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ اگر مکہ کے لوگ ہر نسل کے لوگوں میں سے کسی کو امین اور صدیق کا خطاب دیا کرتے تب بھی امین اور صدیق کا خطاب پانے والا بہت بڑا آدمی سمجھا جاتا، لیکن عرب کی تاریخ بتاتی ہے کہ عرب لوگ ہر نسل میں کبھی کسی آدمی کو یہ خطاب نہیں دیا کرتے تھے بلکہ عرب کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں صرف ایک ہی مثال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملتی ہے کہ آپ کو اہل عرب نے امین اور صدیق کا خطاب دیا۔ پس عرب کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں قوم کا ایک ہی شخص کو امین اور صدیق کا خطاب دینا بتاتا ہے کہ اُس کی امانت اور اُس کا صدق دونوں اتنے اعلیٰ درجہ کے تھے کہ ان کی مثال عربوں کے علم میں کسی اور شخص میں نہیں پائی جاتی تھی۔ عرب اپنی باریک بینی کی وجہ سے دنیا میں ممتاز تھے پس جس چیز کو وہ نادر قرار دیں وہ یقیناً دنیا میں نادر ہی سمجھے جانے کے قابل تھی۔

پھر ایک اجماعی شہادت آپ کے اخلاق پر حضرت خدیجہؓ نے آپ کی بعثت کے وقت دی جس کا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں چند مثالیں آپ کے اخلاق کی تشریح کیلئے اِس جگہ بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کے اخلاق کے مخفی گوشوں پر بھی اس کتاب کے قارئین کی نظر پڑ سکے۔

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری و باطنی صفائی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ نہ آپ کبھی بدکلامی کرتے تھے اور نہ فضول قسمیں کھایا کرتے تھے۔ عرب میں رہتے ہوئے اس قسم کے اخلاق ایک غیر معمولی چیز تھے۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ عرب لوگ عادتاً فحش کلامی کرتے تھے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عرب لوگ عادتاً قسمیں کھایا کرتے تھے اور آج تک بھی عرب میں قسم کا رواج کثرت سے پایا جاتا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا اتنا ادب کرتے تھے کہ اس کا بے موقع نام لینا کبھی پسند نہ کرتے تھے۔ صفائی کا آپ کو خاص طور پر خیال رہتا تھا آپ ہمیشہ مسواک کرتے تھے اور اس بارہ میں اتنا زور دیتے تھے کہ بعض دفعہ فرماتے اگر میں اس بات سے نہ ڈروں کہ مسلمان تکلیف میں پڑ جائیں گے تو میں ہر نماز پڑھنے سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دے دوں۔

کھانا کھانے سے پہلے بھی آپ ہاتھ دھوتے تھے اور کھانا کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھوتے اور کُلّی کرتے تھے بلکہ ہر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد کُلّی کرتے اور آپ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد بغیر کُلی کئے نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

مساجد جو مسلمانوں کے جمع ہونے کی واحد جگہ ہیں ان کی صفائی کا آپ خاص طور پر خیال رکھتے تھے اور مسلمانوں کو اس بات کی تحریک کرتے رہتے تھے کہ خاص اجتماع کے دنوں میں مسجدوں کی صفائی کا خیال رکھا کریں اور ان میں خوشبو جلایا کریں تا کہ ہوا صاف ہو جائے۔

اسی طرح آپ ہمیشہ صحابہ کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ اجتماع کے موقع پر بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آیا کریں۔

سڑکوں کی صفائی کا آپ خاص طور پر وعظ فرماتے تھے۔ اگر سڑک پر جھاڑیاں یا پتھر یا اور کوئی گندی چیز پڑی ہوتی تو آپ خود اُس کو اُٹھا کر سڑک سے ایک طرف کر دیتے اور فرماتے کہ جو شخص سڑکوں کی صفائی کا خیال رکھتا ہے، خدا اُس پر خوش ہوتا ہے اور اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔

اسی طرح آپ فرماتے تھے رستہ کو روکنا نہیں چاہئے۔ رستوں پر بیٹھنا یا ان میں کوئی ایسی چیز ڈال دینا جس سے مسافروں کو تکلیف ہو یا رستہ میں قضائے حاجت وغیرہ کرنا یہ خدا تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

پانی کی صفائی کا بھی آپ کو خاص خیال تھا آپ ہمیشہ اپنے صحابہ کو یہ نصیحت فرماتے تھے کہ کھڑے پانی میں کسی قسم کا گند نہیں ڈالنا چاہئے۔ اسی طرح کھڑے پانی میں بول و براز کرنے سے بھی آپ سختی سے روکتے تھے۔

(نبیوں کا سردارؐ، صفحہ 249 تا 257 مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

**J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers**

جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز

چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

Shivala Chowk Qadian (India)

Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,

E-mail: jk_jewellers@yahoo.com

**Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery**

# سیرت المہدی

## (از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے.رضی اللہ عنہ)

(293)**بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی سیّد سرور شاہ صاحب نے کہ جن دنوں میں حضرت صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا تھا، میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ان دنوں میں حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ حضرت صاحب کو ملنے کیلئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے ۔چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ میرے والد صاحب کے بہت تعلقات تھے اور وہ مجھے تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب سے ضرور ملتے رہا کرو اس لئے میں مولوی صاحب سے ملنے کیلئے گیا۔مولوی صاحب ان دنوں نمازیں چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے تو اُدھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آگیا اور اس نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب !تعجب ہے کہ آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہوگیا ہے۔مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علیٰ وجہ البصیرت مانا ہے۔اس پر باہم بات ہوتی رہی ۔آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا۔حتّٰی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کرلیں ۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں۔اس پر اگلا دن بحث کیلئے مقرر ہوگیا۔چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی لیکن ابھی بحث ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مولوی صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آگیا کہ فوراً چلے آؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراًلاہور سے بطرف لدھیانہ روانہ ہوگئے تا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کرکے واپس تشریف لے جائیں ۔اسکے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے تعلیم کیلئے دیو بند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے پاس لدھیانہ ٹھہرا۔وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آجکل مرزا صاحب قادیانی یہیں ہیں۔میں نے اسے کہا کہ مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں اس لئے میں تو نہیں جاسکتا لیکن آپ کے ساتھ اپنا ایک طالب علم بھیجے دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتا دیگا ۔چنانچہ میں اکیلا حضرت صاحب کی ملاقات کیلئے گیا ۔جب میں اس مکان پر پہنچا جہاں حضرت صاحب قیام فرما تھے تو اس وقت آپ اندر کے کمرہ سے نکل کر باہر نشست گاہ میں تشریف لا رہے تھے ۔میں نے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا۔اس وقت شاید حضرت صاحب کے پاس شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری اور کوئی اور صاحب تھے۔حضرت صاحب سر نیچا کرکے خاموش بیٹھ گئے جیسے کوئی شخص مراقبہ میں بیٹھتا ہے۔شیخ صاحب نے یا جو صاحب وہاں تھے انگریزی حکومت کا کچھ ذکر شروع کر دیا کہ یہ حکومت بہت اچھی ہے اور ایک لمبا عرصہ ذکر کرتے رہے مگر حضرت صاحب اسی طرح سر نیچے ڈالے آگے کی طرف جھکے ہوئے بیٹھے رہے اور کچھ نہیں بولے ۔مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ سن رہے ہیں ۔ایک موقعہ پر آپؑ نے کسی بات پر صرف ہاں یا نہ کا لفظ بولا اور پھر اسی طرح خاموش ہو گئے ۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپؑ کا رنگ زرد تھا اور آپؑ اتنے کمزور تھے کہ کچھ حد نہیں ۔ کچھ دیر کے بعد میں مصافحہ کرکے وہاں سے اُٹھ آیا ۔جب میں مولوی ابراہیم کے مکان پر پہنچا تو اس نے پوچھا کہ کہو مرزا صاحب سے مل آئے ؟ میں نے کہا ’’ہاں ! مگر لوگوں نے یونہی مخالفت کا شور مچا رکھا ہے۔ مرزا صاحب تو صرف چند دن کے مہمان ہیں بچتے نظر نہیں آتے ۔‘‘مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اسوقت میرا یہی یقین تھا کہ ایسا کمزور شخص زیادہ عرصہ نہیں زندہ رہ سکتا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ابتدائے دعویٰ کے زمانہ میں چونکہ بیماری کے دوروں کی بھی ابتدا تھی، حضرت صاحب کی صحت سخت خراب ہوگئی تھی اور آپؑ ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ ظاہری اسباب کے رُو سے واقعی صرف چند دن کے مہمان نظر آتے تھے ۔ غالباً انہی دنوں میں حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ تُرَدُّ عَلَيْكَ أَنْوَارُ الشَّبَابِ (تذکرہ صفحہ 529 مطبوعہ 2004) یعنی اللہ فرماتا ہے کہ تیری طرف شباب کے انوار لوٹائے جائیں گے ۔ چنانچہ اس کے بعد گو جیسا کہ دوسرے الہامات میں ذکر ہے، یہ بیماری تو آپ کے ساتھ رہی لیکن دوروں کی سختی اتنی کم ہوگئی کہ آپ کے بدن میں پھر پہلے کی سی طاقت آگئی اور آپ اچھی طرح کام کرنے کے قابل ہوگئے۔

(294)**بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔بیان کیا مجھ سے پیر افتخار احمد صاحب نے کہ ایک دفعہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ میں نے دیکھا کہ مرزا نظام الدین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوچہ بندی میں کھڑے تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ڈیوڑھی سے نکلے اور آپ کے ہاتھ میں دو بند لفافے تھے۔یہ لفافے آپ نے مرزا نظام الدین کے سامنے کردیئے کہ ان میں سے ایک اٹھالیں ۔انہوں نے ایک لفافہ اٹھالیا اور دوسرے کو لیکر حضرت صاحب فوراً اندر واپس چلے گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے حضرت والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لفافے باغ کی تقسیم کے متعلق تھے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے باغ کا نصف حصہ لینا اور نصف مرزا سلطان احمد کو جانا تھا ۔اس لئے حضرت صاحب نے اس تقسیم کیلئے قرعہ کی صورت اختیار کی تھی ۔اور مرزا نظام الدین مرزا سلطان احمد کی طرف سے مختار کار تھے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس تقسیم کے مطابق باغ کا جنوبی نصف حصہ حضرت صاحب کو آیا اور شمالی نصف مرزا سلطان احمد صاحب کے حصہ میں چلا گیا اور حضرت والدہ صاحبہ نے خاکسار سے بیان کیا کہ اس تقسیم کے کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب کو کسی دینی غرض کیلئے کچھ روپے کی ضرورت پیش آئی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے تم اپنا زیور دے دو۔میں تم کو اپنا باغ رہن دے دیتا ہوں ۔چنانچہ آپ نے سب رجسٹرار کو قادیان میں بلوا کر باقاعدہ رہن نامہ میرے نام کروادیا۔اور پھر اندر آکر مجھ سے فرمایا کہ میں نے رہن کیلئے تیس سال کی میعاد لکھ دی ہے کہ اس عرصہ کے اندر یہ رہن فک نہیں کروایا جائیگا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ رہن کے متعلق میعاد کو عموماً فقہ والے جائز قرار نہیں دیتے ۔سواگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول کی اہل فقہ کے قول سے تطبیق کی ضرورت سمجھی جاوے تو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ گویا حضرت صاحب نے میعاد کو رہن کی شرائط میں نہیں رکھا بلکہ اپنی طرف سے یہ بات زائد بطور احسان و مروّت کے درج کرادی۔ کیونکہ ہر شخص کو حق ہے کہ بطور احسان اپنی طرف سے جو چاہے دوسرے کو دیدے۔مثلاً یہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو کچھ قرض دے تو اصل سے زیادہ واپس نہ مانگے کیونکہ یہ سود ہو جاتا ہے۔لیکن بایں ہمہ اس بات کو شریعت نے نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ قرار دیا ہے کہ ہو سکے تو مقروض روپیہ واپس کرتے ہوئے اپنی خوشی سے قارض کو اصل رقم سے کچھ زیادہ دے دے۔علاوہ ازیں خاکسار کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ گو شریعت نے رہن میں اصل مقصود ضمانت کے پہلو کو رکھا ہے۔اور اسی وجہ سے عموماً فقہ والے رہن میں میعاد کو تسلیم نہیں کرتے لیکن شریعت کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ بعض اوقات ایک امر ایک خاص بات کو ملحوظ رکھ کر جاری کیا جاتا ہے۔مگر بعد اس کے جائز ہو جانے کے اسکے جواز میں دوسری جہات سے بھی وسعت پیدا ہوجاتی ہے۔مثلاً سفر میں نماز کا قصر کرنا دراصل مبنی ہے اس بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں سفروں میں نکلتے تھے تو چونکہ دشمن کی طرف سے خطرہ ہوتا تھا اس لئے نماز کو چھوٹا کر دیا گیا۔لیکن جب سفر میں ایک جہت سے نماز قصر ہوئی تو پھر اللہ نے مومنوں کیلئے اس قصر کو عام کردیا اور خوف کی شرط درمیان سے اٹھالی گئی ۔پس گو رہن کی اصل بنیاد ضمانت کے اصول پر ہے لیکن جب اس کا دروازہ کھلا تو باری تعالیٰ نے اس کو عام کردیا مگر یہ فقہ کی باتیں ہیں جس میں رائے دینا خاکسار کا کام نہیں۔

(295)**بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر کئی اخباروں نے آپ کے متعلق اپنی آراء کا اظہار کیا تھا۔ ان میں سے بعض کی رائے کا اقتباس درج ذیل کرتا ہوں۔

(1) اخبار ’’ٹائمز آف لنڈن‘‘ نے جو ایک عالمگیر شہرت رکھتا ہے لکھا کہ ’’مرزا صاحب شکل وشباہت میں صاحبِ عزّت و وقار۔وجود میں تاثیر جذبہ رکھنے والے اور خوب ذہین تھے۔مرزا صاحب کے متبعین میں صرف عوام الناس ہی نہیں بلکہ بہت سے اعلیٰ اور عمدہ تعلیم یافتہ لوگ شامل ہیں۔ یہ بات کہ یہ سلسلہ امن پسند اور پابند قانون ہے،اس کے بانی کیلئے قابل فخر ہے۔ہمیں ڈاکٹر گرسفولڈ کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی میں دھوکا خوردہ تھے۔دھوکا دینے والے ہر گز نہ تھے۔‘‘

(2) ’’علی گڑھ انسٹیٹیوٹ‘‘ نے جو ایک غیر احمدی پرچہ ہے لکھا کہ ’’مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔‘‘

(3) ’’دی یونیٹی کلکتہ‘‘ یوں رقمطراز ہوا کہ ’’مرحوم ایک بہت ہی دلچسپ شخص تھا۔اپنے چال چلن اور ایمان کے زور سے اس نے بیس ہزار متبع پیدا کر لئے تھے۔مرزا صاحب اپنے ہی مذہب سے پوری پوری واقفیت نہ رکھتے تھے بلکہ عیسائیت اور ہندو مذہب کے بھی خوب جاننے والے تھے۔ایسے آدمی کی وفات قوم کیلئے افسوسناک ہے۔‘‘

(4) ’’صادق الاخبار ریواڑی‘‘ نے جو ایک غیر احمدی پرچہ ہے،ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا کہ ’’واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کرکے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم،حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جاوے۔‘‘

(5) ’’تہذیب نسواں لاہور‘‘ کے ایڈیٹر صاحب جو ہمارے سلسلہ سے موافقت نہیں رکھتے یوں گویا ہوئے کہ ’’مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کرلیتی تھی ۔وہ نہایت باخبر عالم،بلند ہمت،مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ہم انہیں مذہباً مسیح موعودؑ تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی۔‘‘

(6) ’’اخبار آریہ پترکا لاہور‘‘ نے جو ایک سخت معاند آریہ اخبار ہے لکھا کہ ’’جو کچھ مرزا صاحب نے اسلام کی ترقی کیلئے کیا ہے اسے مسلمان ہی خوب جج کر سکتے ہیں مگر ایک قابل نوٹس بات جو ان کی تصانیف میں پائی جاتی ہے اور جو دوسروں کو بھی معلوم ہوسکتی ہے یہ ہے کہ عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی نسبت مرزا صاحب کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سماج سے کبھی بھی دوستانہ نہیں ہوئے ۔اور جب ہم آریہ سماج کی گذشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو اُن کا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔‘‘

(7) رسالہ ’’اندر‘‘ لاہور جو آریوں کا ایک اخبار تھا یوں رقمطراز ہوا کہ ’’اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا صاحب اپنی ایک صفت میں محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت ان کا استقلال تھا۔خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا۔اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔‘‘

(8) اخبار ’’برہمچارک‘‘ لاہور نے جو برہمو سماج کا ایک پرچہ ہے۔مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ’’ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا صاحب کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق و شرافت ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔‘‘

(9) ’’امرتا بازار پترکا‘‘ نے جو کلکتہ کا ایک مشہور بنگالی اخبار ہے لکھا کہ ’’مرزا صاحب درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور سینکڑوں آدمی روزانہ ان کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ ان کے مریدوں میں ہر قسم کے لوگ فاضل مولوی باا ثر رئیس تعلیم یافتہ امیر سوداگر پائے جاتے ہیں‘‘

(10) ’’اسٹیٹسمین‘‘ کلکتہ نے جو ایک بڑا نامی انگریزی اخبار ہے لکھا کہ ’’مرزا صاحب ایک نہایت مشہور اسلامی بزرگ تھے۔‘‘

(سیرۃ المہدی،جلد اوّل،مطبوعہ قادیان 2008)

**خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ دنیا پر مقامِ ختمِ نبوّت اب جماعت احمدیہ کے ذریعہ واضح کرے، اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اب جماعت احمدیہ کے ذریعے دنیا پر لہرائے اور اس مقصد کے حصول کیلئے ہم گزشتہ 123 برس سے قربانیاں دیتے چلے آ رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قربانیاں دیتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ تمام دنیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے**

**حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے مقام خاتم النبیینؐ کی نہایت پُر معارف تشریح**

**ہم احمدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت پر اُس سے زیادہ، اور کئی گُنا بڑھ کر یقین ہے اور اس کا فہم و ادراک ہے جتنا کسی بھی دوسرے مسلمان کو آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کی حقیقت کا ادراک اور یقین ہے، اور یہ یقین ہمارے دلوں میں، ہماری روحوں میں زمانے کے امام اور مہدی دوران اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے پیدا فرمایا ہے**

**اے دشمنانِ احمدیت جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حضرت خاتم الانبیاء محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین کے نام پر ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کر رہے ہو، تمہیں آج مَیں واضح طور پر اور تحدی سے یہ کہتا ہوں کہ تمہارا مقدر ناکامیاں ہیں، تمہارا مقدر تباہی و بربادی ہے اور تمہارا مقدر ذلت و خواری ہے**

**تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم اپنے کسی بھی حربہ سے جماعت احمدیہ کو تباہ کر سکتے ہو،**
**اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہر روز اپنے فضلوں کے وہ نظارے دکھا رہا ہے جو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر ہیں**

## حدیقۃ المہدی (آلٹن، یو.کے) میں منعقد ہونے والے جماعت احمدیہ برطانیہ کے 45ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 24؍جولائی 2011ء بروز اتوار سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ-
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب:41)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے جیسے مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

آج کل مخالفینِ احمدیت اس بات پر کہ احمدی ختمِ نبوت کے قائل نہیں عامۃ المسلمین کے جذبات انگیخت کرنے کی بھی انتہا کر رہے ہیں اور بعض ممالک میں اپنی مخالفت کے اوچھے ہتھکنڈوں کے استعمال کی بھی انتہائی حدود کو چھُو رہے ہیں اور یہ کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ گزشتہ سال 28؍مئی کے واقعہ کے بعد پاکستان میں ان لوگوں کے رویوں میں اس حد تک تیزی آ چکی ہے کہ پاکستان سے باہر بیٹھے ہوئے احمدیوں کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انڈونیشیا میں بعض علماء بلکہ اکثریت اسی کام پر تُلی بیٹھی ہے کہ کسی طرح احمدیت کو انڈونیشیا سے ختم کیا جائے۔ جن مخالفتوں کا اُن کو سامنا ہے اسکا اندازہ باہر بیٹھے ہوئے لوگ کر ہی نہیں سکتے سوائے اُن لوگوں کے، اُن پاکستانی احمدیوں کے جو بیرونِ ملک آ کر آباد ہوئے ہیں اور جن کے قریبی رشتہ دار پاکستان میں ہیں۔ وہ لوگ جو بظاہر پڑھے لکھے لگتے ہیں اُنہوں نے بھی ایسے رویے اپنا لئے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محسنِ انسانیت کی اُمّت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ لیکن حرکات وہ کر رہے ہیں جو یقیناً اس محسنِ انسانیت کی روح کو بے چین کرنے والی ہیں۔ بعض جگہوں پر سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں چھوٹے بچوں سے لے کر بڑے لڑکے لڑکیوں تک کو ذہنی اذیّت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ میری روزانہ کی ڈاک میں اس اذیّت سے گزرنے والے طلباء و طالبات کے کئی خطوط ہوتے ہیں۔ پھر بعض جگہ کاروباری لوگ بھی بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ مُلّاں نے ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت کے نام پر اکثر لوگوں کی جھوٹی دینی غیرت اور حمیت کو اُبھار کر احمدیوں کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہاں ایک صورت ہے جس سے تمہاری بچت ہو سکتی ہے (لیکن یہ بھی اُن کا جھوٹ ہے) کہ تم اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کر لو۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر نبی ماننا ہے تو ایک نئے مذہب کا نبی مان لو جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے تو پھر شاید ہم تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کریں۔ پھر تمہیں اقلیت کا تحفظ بھی دے دیں گے۔ ورنہ ایک ایک کو چُن چُن کر قتل کر دیا جائے گا۔ آجکل یہ دھمکیاں بھی مل رہی ہیں۔ تمہاری تجارتیں برباد کر دی جائیں گی۔ تمہارے مال لوٹ لئے جائیں گے۔ تمہاری جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جائے گا اور یہ سب دعوے اور اعلان اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ علی الاعلان پولیس کے سامنے، انتظامیہ کے سامنے، حکومت کے کارندوں کے سامنے انسانیت سے گری ہوئی ان باتوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ دیکھنے، سننے اور بعض جگہ اس سے عملی طور پر گزر جانے کے باوجود مسیح محمدی کے پیارے اُن کی ہر بات پر یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر تم اس بات پر ہماری گردنیں مارنا چاہتے ہو کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیں تو مار لو، ہماری تجارتیں برباد کرنا چاہتے ہو تو کر لو، ہمارے مال لوٹنا چاہتے ہو تو لوٹ لو، ہماری جائیدادوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہو تو کر لو، ایک ایک احمدی کو شہید کرنا چاہتے ہو تو کر لو، لیکن تم ہمیں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ آپ کا دَر ہم سے نہیں چھڑوا سکتے۔ ہم اُس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اپنی زندگیاں تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے آقا کا دَر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم احمدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت پر اُس سے زیادہ، اور کئی گُنا بڑھ کر یقین ہے اور اس کا فہم و ادراک ہے جتنا کسی بھی دوسرے مسلمان کو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی حقیقت کا ادراک اور یقین ہے اور یہ یقین ہمارے دلوں میں، ہماری روحوں میں زمانے کے امام اور مہدی دوران اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے پیدا فرمایا ہے۔ ہمیں اپنے آقا و سید سے عشق و محبت کے وہ اسلوب سکھائے ہیں جن تک دوسرا کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اس عاشقِ صادق نے اپنے عمل سے، اپنے قول سے اس عشق و محبت کے وہ نمونے ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں جس نے ہمارے ایمانوں کو بھی جِلا بخشی ہے۔

پس نہ ہی ہم عشقِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرِ مو انحراف کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم اُس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکاری ہو سکتے ہیں جس نے ہمیں عشقِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے اسلوب سکھائے ہیں۔ جس نے ہم میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان ہونے کی روح پھونکی ہے، یہ ادراک پیدا فرمایا کہ حضرت خاتم الانبیاء کے ساتھ جُڑے رہنے اور اس راہ میں قربان ہو جانے میں ہی تمہاری دنیا و آخرت کی زندگی ہے۔ پس کیا ہم اتنے احسان فراموش ہیں کہ جس امام الزمان اور غلامِ خاتم الانبیاء نے ہمیں یہ راستے دکھائے ہیں اُس سے تعلق توڑ دیں یا اُسے، اپنے آقا سے علیحدہ کوئی وجود سمجھیں۔ صرف اس لئے کہ اسکے بغیر تمہارے بہیمانہ ظلموں سے ہم بچ نہیں سکتے۔ نہیں، اے دشمنانِ احمدیت! نہیں، تم کان کھول کر سُن لو کہ نہ ہم عشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دستبردار ہونے والے ہیں اور نہ ہی ہم اس عاشقِ صادق سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔

پس مَیں عامۃ المسلمین سے پھر کہتا ہوں کہ آپ ان نام نہاد ملاؤں کے پیچھے نہ چلیں اور دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے اپنے آقا کے بارے میں کیا کہا ہے؟ مقامِ ختم نبوت کو کس طرح سمجھا ہے؟ کیا مقامِ ختم نبوت کا حقیقی ادراک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یا اُسکی نفی کی ہے؟ کیا آپ کے کلام کے ہر لفظ بلکہ ہر ہر حرف سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ٹپکتا؟

آج مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے محبوب اور محبوبِ خدا کے بارہ میں چند اقتباسات لئے ہیں جو یقیناً ہر احمدی کے علم و عرفان اور ایمان میں بھی ازدیاد کا باعث بنتے ہیں اور بنیں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو مزید جلا بخشتے ہیں۔ بیشک پہلے بھی آپ لوگوں نے سنے اور پڑھے ہوں گے لیکن ہر مرتبہ ان کو سننے اور پڑھنے سے ایک نیا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی سعید فطرت میری یہ باتیں سُن رہا ہو اور میرے علم کے مطابق بہت سے ایسے ہیں جو سنتے ہیں تو یہ اقتباسات اُن سننے والوں کے شبہات بھی دور کرنے والے ہیں، اور نہ صرف شبہات کو دور کرنے والے ہیں بلکہ مقامِ ختم نبوت کا نیا فہم عطا کریں گے اور اگر دلوں میں انصاف کی ہلکی سی رَمق بھی ہو گی تو کوئی ذی شعور، عقل والا ان الفاظ کو سُن کر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائے ہیں، یہ کہے بغیر نہیں رہے گا کہ یہ تو سچا اور حقیقی عاشقِ صادق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ایسے بہت سے انصاف پسند ہیں اور حق کو پہچاننے والے ہیں جو آپ کی تحریرات کو پڑھ کر اور سُن کر احمدیت کی آغوش میں آتے ہیں اور عشقِ رسول کا صحیح ادراک پانے والے ہیں۔ کل کی رپورٹ میں مَیں نے ایک آدھ کا ذکر کیا تھا۔ بہت سارے ایسے ہیں جو آپ کا کلام پڑھ کر پھر کہتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو سچا، عاشقِ صادق لگتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا جو خاتَم المومنینؐ، خاتَم العارفینؐ اور خاتَم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکُتب اور خاتَم الکُتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتَم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہو گئی تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابلِ فخر نہیں

ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مُراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی، وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کردیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں، وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہوگئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 227 ایڈیشن 2003ء)

یہ ہے خاتم النبیین کا اور قرآنِ کریم کے خاتم الکتب ہونے کا وہ اعلیٰ عرفان جو آپ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

پھر فرماتے ہیں: ’’اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی دُوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے، مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا، بجز اُن لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دُنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اِس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اُس کا کمال ہوجاتا ہے جب کہ اُسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے۔‘‘

پھر فرماتے ہیں: ’’......مَیں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور اُن پر کیا افسوس کروں، اگر اُن کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور وہ حقیقت اسلام سے بکلی دور نہ جا پڑے ہوتے تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہوگئی ہیں اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں، ورنہ کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ اہل حق سے عداوت کرتے جس کا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 228 -227، ایڈیشن 2003ء، مطبوعہ ربوہ)

یعنی مسیح موعود علیہ السلام سے دشمنی کرتے ہیں جسکے نتیجے میں وہ بجائے ہم پر کافر کے فتوے لگانے کے خود اپنے آپ پر فتوے لگا رہے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’کیا بنی اسرائیل کے بقیہ یہود یا حضرت مسیح علیہ السلام کو خداوند خداوند پکارنے والے عیسائیوں میں کوئی ہے جو ان نشانات میں میرا مقابلہ کرے۔ مَیں پکار کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ پھر یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداری معجزہ نمائی کی قوت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ نبی متبوع کے معجزات ہی وہ معجزات کہلاتے ہیں جو اس کے کسی متبع کے ہاتھ پر سرزد ہوں۔ پس جو نشانات خوارق عادات مجھے دیئے گئے ہیں، جو پیشگوئیوں کا عظیم الشان نشان مجھے عطا ہوا ہے یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزات ہیں اور کسی دوسرے نبی کے متبع کو یہ آج فخر نہیں ہے کہ وہ اس طرح پر دعوت کر کے ظاہر کردے کہ وہ بھی اپنے اندر اپنے ہی متبوع کی قُدسی قوت کی وجہ سے خوارق دکھا سکتا ہے۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ رسُول ابدالآباد کے لیے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں، جن کے انفاس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل سے ہر زمانہ میں ایک مرد خدا خدانمائی کا ثبوت دیتا رہتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 275 ایڈیشن 2003ء)

یہ ختمِ نبوت کا مقام ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے کہ اب یہی نبی ہے جسکی شریعت تا قیامت ہے اور کامل ہے اور جسکے معجزات تا قیامت زندہ ہیں، کوئی دوسرا مذہب اس زندہ نبی کے معجزات دکھانے میں مقابلہ نہیں کرسکتا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور آپ کی قوتِ قدسی ہی ہے جس کی وجہ سے عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے سے نشان ظاہر فرمائے ہیں۔ یہ میری برتری نہیں ہے، میرا مقام نہیں ہے بلکہ اُس نبی کا مقام ہے اور اُسکی قوتِ قدسی ہے جسکی میں پیروی اور اتباع کررہا ہوں کہ خدا میرے ذریعے سے بھی معجزہ دکھا رہا ہے۔ اس میں میرا مقابلہ کرلو لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا۔

پس آپ نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ثابت کر کے دکھائی ہے، نہ کہ مقام گرایا ہے۔ اور آج تک عیسائیوں میں سے بھی اور دوسرے مذاہب میں سے بھی جو سعید فطرت روحیں ہیں وہ اس کو سمجھ رہی ہیں اور احمدیت کی آغوش میں آ رہی ہیں اور صحیح اسلام کا فہم و ادراک حاصل کر رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے بن رہے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھی باقاعدہ ہوئی۔ میرے پاس ایک یہودی مصنف کی کتاب ہے۔ اس نے صاف اور واضح طور پر لکھا ہے، بلکہ مسیحؑ کے اُستاد کا نام تک بتایا ہے اور پھر زَد بھی کی ہے کہ اسی وقت سے توریت اور صحفِ انبیاء کے مضامین ان کو پسند آئے تھے اور جو کچھ انجیل میں ہے وہ صحفِ انبیاء سے زائد نہیں۔ اس نے بتلایا ہے کہ ایک مدت دراز تک وہ یہود کے شاگرد رہے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کسی یہودی، نصاریٰ، ہندی سے پوچھو کہ آپؐ نے بھی کہیں تعلیم پائی تھی، تو وہ صاف کہے گا کہ ہرگز نہیں۔ کتنی بڑی ربوبیت کا مظہر ہے۔ انسان جب بچپن کی حالت سے آگے نکلتا ہے جو بلوغ سے پہلے ہے تو عام طور پر مکتب میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ یہ پہلا قدم ہوتا ہے، مگر آپؐ کی زندگی کا پہلا قدم ہی گویا اعجاز تھا۔ چونکہ آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا تھا۔ اس لئے آپؐ کے وجود میں حرکات وسکنات میں بھی اعجاز رکھ دیئے تھے۔ آپؐ کی طرز زندگی کہ الف۔ بے تک نہیں پڑھا اور قرآن جیسی بینظیر نعمت لائے اور ایسا عظیم الشان معجزہ امت کو دیا۔ پہلے نبی آئے اور ایک خاص وقت تک دُنیا میں رہ کر چل دیئے اور دین وہیں کالعدم ہوگیا۔ اور خدا کو ان کا محو کرنا ہی منظور تھا، مگر اس دین کے اظلال وآثار کا قیام منظور تھا اور چونکہ کوئی دین معجزات کے بدوں رہ نہیں سکتا، ورنہ چند روز تک سماعی باتوں پر یقین رہتا ہے۔ پھر کہہ دیتے ہیں (پنجابی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ ’’ایہہ جہاں مٹھا تے اگلا کن ڈٹھا‘‘ اس لئے خدا نے چاہا کہ اسلام کے ساتھ زندہ معجزہ ہو۔‘‘ (ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 329-328 ایڈیشن 2003ء)

پس یہ مقام دکھایا کہ آپؐ نبوت کے بعد خاتم النبیین نہیں بنے بلکہ آپ اپنی پیدائش سے ہی خاتم النبیین تھے اور آپ کی زندگی کا پہلا قدم ہی، اس دنیا میں آنا ہی آپؐ کو ختمِ نبوت کی مہر کے ساتھ لے کر آیا تھا اور پھر وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: 4) کا اعجاز دکھا کر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں سے برتر ثابت کرنے کیلئے یہ معجزہ بھی دکھایا کہ آپ کے غلام کے ذریعہ بھی آپ کی نبوت کے تسلسل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے رنگ سے اور اس کے ذریعے سے جاری فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’یقینا یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہوسکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔ جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتا، کچھ نہیں۔ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے کہ ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفی

(اس فارسی شعر کا مطلب یہ ہے کہ زہد، پرہیزگاری اور صدق وصفا کیلئے کوشش کرو لیکن حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو)

فرمایا ’’ہمارا مدّعا جس کیلئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابدالآباد کیلئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کردیا جائے جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعے قائم کی ہیں۔ ان ساری گدیوں کو دیکھ لو‘ (پیروں فقیروں کی گدیوں کو) ’’اور عملی طور پر مشاہدہ کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہم ایمان لائے ہیں یا وہ؟

یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جائے کہ منہ سے ہی خاتم النبیین مانو اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو اور اپنی ایک الگ شریعت بنا لو۔ بغدادی نماز، معکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں۔ کیا قرآن شریف یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی اس کا کہیں پتہ لگتا ہے؟ اور ایسا ہی ’’يَاشَيْخ عبد القادر جیلانی شَيْئًا لِلّٰه‘‘ کہنا۔ اسکا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف سے ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا؟ شرم کرو۔ کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ان باتوں کو مان کر، ایسے عمل رکھ کر تم اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ مَیں نے خاتم النبیین کی مہر کو توڑا ہے۔ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لاکر آپؐ کے طرزِ عمل اور نقش قدم کو اپنا امام بنا کر چلتے تو پھر میرے آنے ہی کی کیا ضرورت ہوتی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوّتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو ان جھوٹی نبوّتوں کے بُت کو توڑ کر نیست ونابُود کرے۔ پس اسی کام کیلئے خدا نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’گدّی نشینوں کو سجدہ کرنا یا اُن کے مکانات کا طواف کرنا، یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں‘‘ (اور یہی آجکل پاکستان میں، ہندوستان میں اور دیگر جگہوں پر ہو رہا ہے) ’’غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور عزّت کو دوبارہ قائم کریں۔‘‘ (ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 65-64 ایڈیشن 2003ء)

پس مسیح موعود کے آنے سے شانِ ختمِ نبوت بڑھی ہے۔ اور آج بھی ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ پیروں، فقیروں کے درباروں پر حاضری دی جاتی ہے، قبروں کو سجدے کئے جاتے ہیں۔ آپ نے آکر سب بدعات کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔

پھر ایک علمی دلیل دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’ختم نبوت بھی ایک عجیب سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے اور اسی کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے۔ یہ تو ایک علمی بات ہے مگر کجا یہ کہ اس سلسلہ کو الٹ پلٹ کردوسرے نبی کو لایا جاوے۔‘‘ (بجائے اس کو مسلمانوں میں سے لانے کے اسکو اُلٹ پُلٹ دو اور دوسرے نبی کو لاؤ جو اس امت میں سے نہیں ہے)۔ فرماتے ہیں۔’’ حالانکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا نبی آوے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ شریعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپؐ کے سوا اور آپ کے استفادہ سے الگ ہوکر نہیں آسکتا۔‘‘ فرمایا کہ ’’علاوہ اسکے كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ (سورۃ النور: 56) میں جو استخلاف کا وعدہ ہے یہ بھی اسی امر پر صاف دلیل ہے کہ کوئی پرانا نبی اخیر تک نہ آوے ورنہ ’’كَمَا‘‘ باطل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے كَمَا کے نیچے تو مثیل کو رکھا ہے‘‘ (یعنی اُس طرح کا) ’’عین کو نہیں رکھا‘‘ (یعنی وہی چیز دوبارہ نہیں آئے گی بلکہ اسکا مثیل ہوکے آئے گا) ’’پھر یہ کس قدر غلطی اور جرأت ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کرلی جائے اور ایک نیا اعتقاد بنا لیا جائے اور پھر كَمَا میں مدت کی بھی تعیین ہے کیونکہ مسیح موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ آنے والا محمدی مسیح بھی چودھویں صدی میں آئے۔ غرض یہ آیت ان تمام امور کو حل کرتی ہے اگر کوئی سوچنے والا ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 401 - 400، ایڈیشن 2003ء)

پھر ایک ایسی دلیل بیان کرتے ہوئے جو عقلی بھی ہے اور جذباتی بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام کو ظاہر کرتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

’’غور کر کے دیکھو کہ جب یہ لوگ خلافِ قرآن و سنت کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو پادریوں کو نکتہ چینی کا موقعہ ملتا ہے اور وہ جھٹ پٹ کہہ اُٹھتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر مرگیا اور معاذ اللہ وہ زمینی ہے۔ حضرت عیسیٰ زندہ اور آسمانی ہے اور اسکے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرکے کہتے ہیں کہ وہ مُردہ ہے۔ سوچ کر بتاؤ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے ایسا اعتقاد کر کے اس کی فضیلت اور خاتمیّت کو یہ لوگ بٹّہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ پادریوں سے جس قدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُردہ کہلایا ہے۔ اسی کی سزا میں یہ نکبت اور بدبختی اُن کے شاملِ حال ہورہی ہے۔‘‘ (یہ اب تک جو اِن کی ذلت اور خواری ہو رہی ہے، یہ اسی وجہ سے ہورہی ہے) فرمایا کہ ’’ایک طرف تو منہ سے کہتے ہیں کہ وہ افضل الانبیاء ہیں اور دوسری طرف اقرار کرلیتے ہیں کہ 63 سال کے بعد مَر گئے اور مسیح اب تک زندہ ہے اور نہیں مرا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

عَظِیۡمًا (النساء: 114)'' (کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بہت بڑا فضل کیا ہے) ''پھر کیا یہ ارشادِ الٰہی غلط ہے؟ نہیں، یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہوسکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی میں نہیں ہے۔ مَیں اسکو عزیز رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو شخص بیان نہیں کرتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس نبی کی اُمّت کہلاتے ہیں اُسی کو معاذ اللہ مُردہ کہتے ہیں اور اُسی نبی کو جسکی اُمّت کا خاتمہ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَالۡمَسۡکَنَۃُ (البقرہ: 62) پر ہوا ہے اُسے زندہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم یہودی تھی اور اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَالۡمَسۡکَنَۃُ (البقرہ: 62) اب قیامت تک اُن کو عزّت نہ ملے گی۔'' (اسکا مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک اُن کو عزت نہ ملے گی) ''اب اگر حضرت عیسیٰ پھر آ گئے تو پھر گویا اُن کی کھوئی عزّت بحال ہوگئی۔ اور قرآن شریف کا یہ حکم باطل ہوگیا۔ جس پہلو اور حیثیت سے دیکھو جو کچھ وہ مانتے ہیں اس پہلو سے قرآن شریف کا ابطال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہود کیلئے فتویٰ دیتا ہے کہ اُن میں نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اور وہ ذلیل ہوگئے پھر اُن میں زندہ نبی کیسے آ سکتا ہے؟ ایک مسلمان کیلئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب اسکے سامنے قرآن شریف پیش کیا جاوے تو وہ انکار کیلئے لب کشائی نہ کرے مگر یہ قرآن سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں وہ اُن کے حلق سے نیچے نہیں جاتا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ نمبر 19-18 ایڈیشن 2003ء)

(قرآن ان کے حلق سے نیچے جا بھی نہیں سکتا کہ یہ لوگ زمانے کے امام کے منکر ہیں اور جن کے بعض درس پسند کئے جاتے ہیں اگر تحقیق کی جائے تو پتہ چلے گا کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام پڑھتے ہیں جماعتی تفسیروں سے استفادہ کرتے ہیں اور یہ بات مجھے ان کے اندر کے (غیر از جماعت) آدمی نے خود بتائی جسکا بعض علماء کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہے کہ ہماری تفاسیر دیکھ کر خاص طور پر تفسیر کبیر دیکھ کر یا بعض کُتب پڑھ کر یہ درس دیتے ہیں۔

پھر ایک جگہ آپ ثابت فرماتے ہیں کہ نہ عقل کی رو سے، نہ ہی عقیدے کی رو سے یہ قابلِ تسلیم ہے کہ ختمِ نبوت کا مطلب یہ لیا جائے کہ نبوت پر ایسی مہر لگ گئی کہ اب کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ وحی بالکل ختم ہوگئی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور! جب سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُس سلسلے کے خادم تو نبی کہلائے مگر ادھر اس طرح کوئی بھی نبی نہ کہلایا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

''مشابہت میں ضروری نہیں کہ مُشَبَّہ اور مُشَبَّہ بِہٖ بالکل آپس میں ایک دوسرے کے عین ہوں اور ان کا ذرہ بھی آپس میں خلاف نہ ہو۔ اب ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو شیر ہے۔ تو اب اس میں کیا بھلا ضروری ہے کہ اس شخص کے جسم پر لمبے لمبے بال بھی ہوں۔ چار پاؤں بھی ہوں اور دُم بھی ہو اور وہ جنگلوں میں شکار بھی کرتا پھرے؟ بلکہ جس طرح مِنۡ وَجۡہٍ تشابہ ہوتا ہے ویسا ہی مِنۡ وَجۡہٍ مخالف بھی ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ تو ہمیں ہی فرمایا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے خیر اور برکات تھے وہ اسی امت میں جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ایسے وقت تک پہنچ گیا ہوا تھا کہ دماغی اور عقلی قویٰ پہلے کی نسبت بہت کچھ ترقی کر گئے تھے۔ اس زمانہ میں تو ایک گونہ جہالت تھی۔ اب کوئی کہے کہ اس طرح بھی تشابہ نہ ہوا تو یہ اس کا کہنا درست نہ ہوگا۔ نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اب قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حرام کی ہے اسکے یہ معنے نہیں ہیں کہ اب اس امت کو کوئی خیر و برکت ملے گی ہی نہیں اور نہ اس کو شرفِ مکالمات اور مخاطبات ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکے گی۔ اس اُمّت کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عالی جناب، اولوالعزم، صاحب شریعتِ کامل آنے والے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بند ہو چکی تھی اس واسطے ضروری تھا کہ اسکی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاتا۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: 41)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور سے آپ کی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہے کہ روحانی طور سے آپؐ باپ بھی ہیں اور رُوحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپؐ کے بعد جاری رہے گا اور وہ آپؐ میں سے ہو کر جاری ہوگا، نہ الگ طور سے۔ وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مُہر ہوگی۔ ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاعِ فیض لازم آتا ہے اور اس میں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو جو کہا کہ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ یہ جھوٹ تھا۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنے کیے جاویں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خَیۡرُ الۡاُمَّۃ کی بجائے شَرُّ الۡاُمَم ہوئی یہ اُمّت۔ جب اسکو اللہ تعالیٰ سے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی نصیب نہ ہوا۔ تو یہ تو کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلّ ہوئی اور بہائم سیرت اسے کہنا چاہئے نہ یہ کہ خَیۡرُ الۡاُمَم۔ اور پھر سورۃ فاتحہ کی دُعا بھی لغو جاتی ہے۔ اس میں جو لکھا ہے کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ تو سمجھنا چاہئے کہ ان پہلوں کے پلاؤ زردے مانگنے کی دُعا سکھائی ہے اور ان کی جسمانی لذّات اور انعامات کے وارث ہونے کی خواہش کی گئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر یہی معنے ہیں تو باقی رہ بھی کیا گیا جس سے اسلام کا عُلُوّ ثابت ہووے۔ اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپؐ حضرت موسیٰ سے مرتبے میں گرے ہوئے تھے کہ ان کے بعد تو ان کی اُمّت میں سے سینکڑوں نبی آئے مگر آپؐ کی اُمّت سے خدا تعالیٰ کو نفرت ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا۔ کیونکہ جسکے ساتھ محبت ہوتی ہے آخر اس سے کلام تو کیا ہی جاتا ہے۔ نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے مگر آپؐ میں سے ہو کر اور آپؐ کی مہر سے اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے۔ ہزاروں اس اُمّت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص اُن میں موجود ہوتے رہے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے ایسے دعوے کئے۔ چنانچہ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو ہی دیکھ لو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ مَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی (بنی اسرائیل: 73) اگر خدا تعالیٰ نے خود ہی اس اُمّت کو اَعۡمٰی بنایا تھا'' (اندھا بنایا تھا) ''تو عجب ہے خود ہی اُسے اَعۡمٰی بنایا اور خود ہی اَعۡمٰی کے واسطے زجر اور توبیخ ہے کہ آخرت میں بھی اَعۡمٰی ہوگی'' (خود ہی اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اندھا بنا دیا، اور پھر ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آخرت میں تمہارے اندھے ہونے کی سزا ملے گی، وہاں بھی تم اندھے ہی رہو گے، یہ عجیب بات ہے) فرماتے ہیں کہ ''اس اُمّت بیچاری کے کیا اختیار۔ اسکی مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو کہے کہ اگر تو اس مکان سے گر جاوے گا تو تجھے قید کر دیا جاوے گا مگر پھر خود ہی اُسے دھکا دیدے۔ گویا نبوت کا سلسلہ بند کر کے فرمایا کہ تجھے مکالمات اور مخاطبات سے بے بہرہ کیا گیا اور تو بہائم کی طرح زندگی بسر کرنے کے واسطے بنائی گئی اور دوسری طرف کہتا ہے کہ مَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی (بنی اسرائیل: 73) اب بتاؤ کہ اس تناقض کا کیا جواب ہے؟ ایک طرف تو کہا خَیۡرِ اُمّت اور دوسری جگہ کہہ دیا کہ تُو اَعۡمٰی ہے آخرت میں بھی اَعۡمٰی ہوگی۔ نعوذ باللہ۔ کیسے غلط عقیدے بنائے گئے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ نمبر 249-248، ایڈیشن 2003ء، مطبوعہ ربوہ)

پھر اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ کے حوالے سے ایک نکتہ بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

''مَیں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں پڑھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ مَیں نے مراقبہ بلّی سے سیکھا ہے۔ اگر انسان نہایت پُرغور نگاہ سے دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ جانور کھلے طور پر خُلق رکھتے ہیں۔ میرے مذہب میں سب چرند پرند ایک خَلق ہیں اور انسان اُس کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ نفس جامع ہے اور اسی لیے عالمِ صغیر کہلاتا ہے کہ کل مخلوقات کے کمال انسان میں یکجائی طور پر جمع ہیں اور کُل انسانوں کے کمالات بہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں اور اسی لیے آپ کل دنیا کیلئے مبعوث ہوئے اور رحمۃ للعالمین کہلائے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم: 5) میں بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی صورت میں عظمتِ اخلاق محمدیؐ کی نسبت غور کرسکتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوتِ کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔ یہ ایک مسلّم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علّتِ غائی کے اختتام پر ہوتا ہے۔'' فرماتے ہیں کہ ''جیسے کتاب کے جب کُل مطالب بیان ہوجاتے ہیں تو اُس کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علّتِ غائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی۔'' (جو اُس کے آنے کی اور آپ کے مقام کی، یا نبوت کے مقام کی وجہ تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی) ''اور یہی ختمِ نبوت کے معنے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر آکر اس کا خاتمہ ہو گیا۔'' (ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 35، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے کہ قرآنِ شریف کے بعض حصے دوسرے حصوں کی تفسیر اور شرح ہیں۔ ایک جگہ ایک امر بطریقِ اجمال بیان کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ وہی امر کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا دوسرا پہلے کی تفسیر ہے۔ پس اس جگہ جو یہ فرمایا: صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحہ: 7) تو یہ بطریق اجمال ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ کی خود ہی تفسیر کر دی ہے۔ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ (النساء: 70) مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نبی، صدیق، شہید، صالح۔ انبیاء میں یہ چاروں شانیں جمع ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ اعلیٰ کمال ہے۔ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کمالات کے حاصل کرنے کیلئے جہاں تک مجاہدہ صحیحہ کی ضرورت ہے اس طریق پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کوشش کرے۔ مَیں یہ بھی تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں یا خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہوسکتا ہے جن پر نبوّت کے بھی سارے کمالات ختم ہوگئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو راہ اختیار کی وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ ایجاد کرنا، خواہ وہ بظاہر کتنی ہی خوش کُن معلوم ہوتی ہو میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔''

فرمایا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے، گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ نہیں آ سکتا۔ چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بدیں الفاظ بتاتا ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی راہ کو ہرگز نہ چھوڑو۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور ارّہ کے ذکر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اسی لئے اسوہ حسنہ فرمایا لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب: 22) آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کے نقش قدم پر چلو اور ایک ذرہ بھر بھی ادھر یا ادھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔

غرض مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ لوگوں میں جو کمالات ہیں اور صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحۃ: 7) میں جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ان کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تیار کی تھی تا کہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔''

فرمایا ''ان کمالات میں سے جو منعم علیہم گروہ کو دئے جاتے ہیں پہلا کمال نبوت کا کمال ہے جو بہت ہی اعلیٰ مقام پر واقع ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ وہ الفاظ نہیں ملتے جن میں اس کمال کی حقیقت بیان کرسکیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر کوئی چیز اعلیٰ ہو اس کے بیان کرنے کے واسطے اُسی قدر الفاظ کمزور ہوتے ہیں اور نبوت تو ایسا مقام ہے کہ انسان کیلئے اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ اور مرتبہ نہیں ہے، تو پھر یہ الفاظ میں کیوں کر بیان ہو سکے۔ مختصر اور ناکافی طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب انسان

سفلی زندگی کو چھوڑ دیتا ہے اور بالکل سانپ کی کینچلی کی طرح اس زندگی سے الگ ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اس کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ وہ بظاہر اسی زمین پر چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے اور اس پر قانون قدرت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسے دوسرے لوگوں پر، لیکن باوجود اس کے بھی وہ اس دنیا سے الگ ہوتا ہے اور وہ ترقی کرتے کرتے اُس مقام پر جا پہنچتا ہے جو نقطۂ نبوت کہلاتا ہے اور جہاں وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کرتا ہے۔ یہ مکالمہ یوں شروع ہوتا ہے کہ جب وہ نفس اور اس کے تعلقات سے الگ ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا تعلق محض اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتا ہے اور اسی سے وہ مکالمہ کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 237-236، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام اور ختمِ نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں قرآنِ شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ سب انبیاء کے وصفی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالاتِ متفرقہ اور فضائلِ مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپ کو ملے قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے۔ چنانچہ فرمایا ’’فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ: 4) اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ (الانعام: 39) ایسا ہی ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ تمام نبیوں کی اقتدا کر۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک امر تو تشریعی ہوتا ہے جیسے یہ کہا کہ نماز قائم کرو یا زکوٰۃ دو وغیرہ اور بعض امر بطور خلق ہوتے ہیں جیسے يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ (الانبیاء: 70) یہ امر جو ہے کہ تُو سب کی اقتدا کر۔ یہ بھی خَلقی اور کونی ہے یعنی تیری فطرت کو حکم دیا کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے اس میں یکجائی طور پر موجود ہوں‘‘ (یعنی تمام کمالات جو تمام انبیاء میں تھے آپؐ میں جمع ہو جائیں) ’’اور گویا اسکے ساتھ ہی وہ کمالات اور خوبیاں آپکی ذات میں جمع ہو گئیں۔‘‘ (جب یہ حکم آیا) ’’چنانچہ ان خوبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر نبوت ختم ہو گئی اور یہ فرمایا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: 41) ختمِ نبوت کے یہی معنے ہیں کہ نبوت کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہو گئے اور آئندہ کیلئے کمالاتِ نبوت کا باب بند ہو گیا اور کوئی نبی مستقل طور پر نہ آئے گا۔ نبی عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں مشترک لفظ ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پانے والا اور پیشگوئی کرنے والا۔ جو لوگ براہ راست خدا سے خبریں پاتے تھے وہ نبی کہلاتے تھے اور یہ گویا اصطلاح ہو گئی تھی۔ مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بند کر دیا ہے اور مُہر لگا دی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپ کی اُمّت میں داخل نہ ہو اور آپؐ کے فیض سے مستفیض نہ ہو۔ وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف نہیں پا سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں داخل نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ بدوں اس اُمّت میں داخل ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے کے بغیر کوئی شرفِ مکالمہ الٰہی حاصل کر سکتا ہے تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔

یہی ایک آیت زبردست دلیل ہے اس امر پر جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ آنے والا اس اُمّت میں سے ہوگا۔ کیونکہ وہ نبی ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوت کا فیضان حاصل کر سکتا ہی نہیں جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ نہ کرے جو صاف لفظوں میں یہ ہے کہ آپکی اُمت میں داخل نہ ہو۔ اب خاتم النّبیین والی آیت تو صریح روکتی ہے پھر وہ کس طرح آ سکتے ہیں۔ یا اُن کو نبوت سے معزول کرو اور ان کی یہ ہتک اور بے عزتی روا رکھو اور یا یہ کہ پھر ماننا پڑے گا کہ آنے والا اسی اُمّت میں سے ہو گا۔ نبی کی اصطلاح مستقل نبی پر بولی جاتی تھی مگر اب خاتم النّبیین کے بعد یہ مستقل نبوت رہی ہی نہیں۔ اس لئے کہا ہے ؎

خارقے از ولی مسموع است
معجزہ آں نبی متبوع است‘‘

(کہ وہ کرامت جو ولی سے سنی گئی ہے وہ اس نبی کا معجزہ ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے) ’’پس اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبوت کا شرف پہلے سے حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوت کو کھو دیں۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبی کو روکتی ہے۔ البتہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے کہ ایک شخص آپ ہی کی اُمت سے آپ ہی کے فیض سے وہ درجہ حاصل کرتا ہے جو ایک وقت مستقل نبی کو حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ خود ہی آئیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ پھر اس خاتم الانبیاء والی آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور خاتم الانبیاء حضرت مسیح ٹھہریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا بالکل غیر مستقل ٹھہر جاوے گا کیونکہ آپ (یعنی حضرت عیسیٰ) پہلے بھی آئے اور ایک عرصہ کے بعد آپ رخصت ہو گئے اور حضرت مسیح آپ سے پہلے بھی رہے اور آخر پر بھی وہی رہے۔ غرض اس عقیدہ کے ماننے سے کہ خود ہی حضرت مسیح آنے والے ہیں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ختم نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے جو کُفر ہے۔

(ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 95-96، ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

پھر محی الدین ابنِ عربی کا مذہب عقیدہ نبوت کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ’’ختمِ نبوت پر محی الدین ابنِ عربی کا یہی مذہب ہے کہ تشریعی نبوت ختم ہو چکی ورنہ اُن کے نزدیک مکالمہ الٰہی اور نبوت میں کوئی فرق نہیں ہے‘‘۔ فرمایا: ’’اس میں علماء کو بہت غلطی لگی ہے۔ خود قرآن میں اَلنَّبِيِّينَ جس پر ال پڑا ہے موجود ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ جو نبوت نئی شریعت لانے والی تھی وہ اب ختم ہو گئی ہے۔ اگر کوئی نئی شریعت کا دعویٰ کرے تو کافر ہے اور اگر سرے سے مکالمہ الٰہی سے انکار کیا جاوے تو پھر اسلام تو ایک مردہ مذہب ہوگا اور اس میں اور دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ کیونکہ مکالمہ کے بعد اَور کوئی ایسی بات نہیں رہتی کہ وہ ہو تو اُسے نبی کہا جائے۔ نبوت کی علامت مکالمہ ہے لیکن اب اہلِ اسلام نے جو یہ اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ اب مکالمہ کا دروازہ بند ہے اس سے تو یہ ظاہر ہے کہ خدا کا بڑا قہر اسی اُمّت پر ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: 6، 7) کی دُعا ایک بڑا دھوکا ہوگی‘‘ (نعوذ باللہ) ’’اور اُسکی تعلیم کا کیا فائدہ ہوا گویا یہ عبث تعلیم خدا نے دی (ملفوظات جلد 3 صفحہ 52، 53 ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں: ’’میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کر سکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اسی کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔ نَبَأ ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی خبر کے ہیں۔ اب جو شخص کوئی خبر خدا تعالیٰ سے پا کر خلق پر ظاہر کرے گا اُس کو عربی میں نبی کہیں گے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر کوئی دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ تو نزاعِ لفظی ہے‘‘ (یعنی لفظوں کا جھگڑا ہے) ’’کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ قُولُوا إِنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔ اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقیناً جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔ ایک باغ جس کو اس کے مالی اور باغبان نے چھوڑ دیا، اُسے بھلا دیا، اُس کی آبپاشی کی اُس کو فکر نہیں تو پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ چند سال بعد وہ باغ خشک ہو کر بے ثمر ہو جاوے گا اور آخر کار لکڑیاں جلانے کے کام میں لائی جاویں گی۔ اصل میں ان کی اور ہماری نزاعِ لفظی ہے۔ مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں۔ مجدّد صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں۔ فرمایا ’’اچھا مَیں پوچھتا ہوں کہ ایک انسان خدا تعالیٰ سے خبر پا کر دنیا پر ظاہر کرے تو اس کا نام آپ لوگ عربی زبان میں بجز نبی کے اور کیا تجویز کرتے ہیں؟ عجیب بات ہے کہ اسی لفظ کے مفہوم کو اگر زبانِ اُردو میں یا پنجابی میں بیان کیا جائے تو مان لیتے ہیں اور اگر عربی زبان میں پیش کریں تو نفرت اور انکار کرتے ہیں۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 667، 668، ایڈیشن 2003ء، مطبوعہ ربوہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جسکا نام محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اُسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اُسکی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گُم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا، اُس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار اِفاضہ اُس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعے سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعے سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعے سے اور اُسکے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعے سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد نمبر 22 صفحہ نمبر 119-118۔ ایڈیشن 2011ء)

پس آپ نے آ کر ہمیں بتایا کہ مقامِ ختمِ نبوت کی حقیقت کیا ہے؟ ختمِ نبوت یہ نہیں کہ آپ کے آنے سے نبوت پر مہر لگ گئی اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام اور وحی کی جو ایک صفت تھی اُس صفت کو متروک کر دیا۔ اگر یہ تعریف ہو تو پھر تو ختمِ نبوت پر حرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خدائی پر حرف آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر حرف آتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے معجزات کا تسلسل جاری ہے اور اس زمانے میں یہ مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے جاری فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی طرف رسول بن کر آئے تھے۔ اور آپ کی خصوصیات یہ ہیں جو آپ نے ہمیں بتائی ہیں کہ آپؐ تمام دنیا کی طرف رسول بن کر آئے۔ یہ مقامِ ختمِ نبوت ہے کہ تمام نبیوں کی تمام صفات آپ میں جمع ہو گئیں۔ یہ آپؐ کا مقامِ ختمِ نبوت ہے کہ آپ کو نبی کا مقام ملنے سے مقامِ ختم نبوت نہیں بلکہ آپؐ کی پیدائش کے وقت سے ہی آپؐ کو مقامِ ختم نبوت مل گیا۔ آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنے والے، اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیتے ہیں اُن کو بھی آپؐ کی پیروی میں وہ مقام مل سکتا ہے جسکے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ اُس کی ایک انتہا ہے۔ اس لئے حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے حقیقی علماء آجکل کے وہ علماء نہیں جو لوگوں کو فساد پر اُبھارنے والے ہیں بلکہ حقیقی علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی جلد نمبر 9 جز نمبر 17 صفحہ نمبر 93 تفسیر سورۃ یونس زیر آیت نمبر 57 دارالکتب العلمیۃ بیروت۔ 2004ء)

پس خاتم النّبیین کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ کی نبوت

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یارب ہے تیرا احساں میں تیرے در پہ قرباں — تو نے دیا ہے ایماں، تو ہر زماں نگہباں
تیرا کرم ہے ہر آں تو ہے رحیم و رحماں — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا — یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں — کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

میں ہر چیز کی مہر لگ گئی ہے اور آپ کے زیرِ سایہ اب نبوت کا نظام جاری ہوسکتا ہے اس کے بغیر نہیں۔

جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ یہ مضمون جو ایک احمدی کی روح ہے، جو ایک احمدی کے دین کی اساس ہے اور کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ ہمارے علماء اور داعیین اس حوالے سے لوگوں کے شبہات اور غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات جو مَیں نے پیش کئے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ کی کتب اپنے آقا و سید حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور عشق سے بھری پڑی ہیں۔ اپنی پہلی کتاب براہینِ احمدیہ سے لے کے اپنی آخری کتاب تک جو پیغامِ صلح ہے آپ کی تمام کتب میں مقام رسول اور غیرتِ رسول کا اظہار ہمیں نظر آتا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کا لٹریچر اس مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ مَیں خود بھی اس کو مختلف رنگ میں، حالات میں خطبات میں بیان کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں لیکن آج پھر ذرا تفصیل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اس لئے بیان کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً جیسا کہ مَیں نے کہا غیر از جماعت علماء یا اُن کے زیرِ اثر مسلمانوں کی طرف سے یہ سوال اُٹھایا جاتا ہے کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے اور اس حوالے سے نئی نسل اور کم علم لوگوں کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور پھر احمدیت کی طرف منسوب کئے گئے جھوٹ کے ان پلندوں اور ظالمانہ الزامات کی وجہ سے عامۃ المسلمین میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جو اپنے زعم میں ناموسِ رسالت کی خاطر اور غیرتِ دینی کی وجہ سے احمدیوں کی مخالفت میں جوش اور غیظ دکھاتے ہیں اور اس کے لئے کسی بھی حد سے گزر جانے کا رویہ اپناتے ہیں۔ تو شاید اُن کے ذہنوں میں حقیقت واضح ہو جائے۔ شاید کہ اس طرح کسی کے دل میں کوئی بات اثر کر جائے اور ہماری طرف سے ہر کوشش ہونی چاہئے۔ ہماری کوئی کوشش ایسی نہ ہو جو نامکمل رہ جائے۔ گو اب اتمامِ حجت تو ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ہمدردی کا جذبہ غالب آ جاتا ہے اور رحمۃ للعالمین سے عشق اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والوں کو سمجھانے کی ہر کوشش کی جائے۔

کل بھی مَیں نے اپنی تقریر میں واقعات سنائے تھے اُن میں بھی بعض لوگ ایسے تھے، جیسا کہ مَیں نے کہا ہے، جن کو جب حقیقت کا علم ہوا تو انہوں نے احمدیوں کے عشقِ رسول اور مقامِ خاتم النبیین کو پہچان کر اور احمدیوں کے دلوں میں جو مقامِ خاتم النبیین ہے اُس کو دیکھ کر اپنے علماء کو برا بھلا کہا اور جماعت میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ پس ہر مسلمان کہلانے والے کو سمجھنا چاہئے کہ اُس نے جان خدا کو دینی ہے۔ مولوی یا کوئی شدت پسند گروہ اُس وقت کام نہیں آئے گا جب حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ اُس وقت اِن لوگوں کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ہم خود گمراہ تھے تمہیں کیا ہدایت دیتے؟ پس زمانے کو دیکھیں، حالات کو دیکھیں اور بلا وجہ مولوی کے غیظ و غضب دلانے کے زیرِ اثر نہ آئیں۔ یقیناً ایسے بھی بہت سے ہیں جو مولوی کی باتوں سے لاتعلق ہیں اور احمدیوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ اُن کو کہا جاتا ہے کہ تمہارے دل عشقِ رسول اور غیرتِ رسول سے خالی ہیں۔ پمفلٹ تقسیم کئے جاتے ہیں اور کھلے عام تقسیم کئے جاتے ہیں اور دکانوں اور گھروں میں بھجوائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ شریفانہ یا لاتعلقانہ رویہ باوجود مولوی کے غیرت دلانے کے اس لئے ہے کہ وہ مسلمان ہو کر پھر درندگی نہیں دکھانا چاہتے۔ وہ انسانی قدروں کو پامال نہیں کرنا چاہتے۔ وہ ناموسِ رسالت کے نام پر جھوٹی غیرت دکھا کر رحمۃ للعالمین کو بدنام نہیں کرنا چاہتے۔ پاکستان اور بعض ملکوں میں یہ ان لوگوں کے رویے ہیں جو مذہب کے نام پر سیاسی یا دنیوی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کوئی تعلق حبِّ رسول سے نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے سیاسی مفادات ہیں۔ اور ان کی بات ماننا، سننا اپنی دنیا و عاقبت خراب کرنے کے مترادف ہے۔ یا پھر ان لوگوں کا تعلق دہشت گرد تنظیموں سے ہے جنہوں نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے یہ رویہ اپنایا ہوا ہے۔ جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسلام کے نام پر جیسا کہ مَیں نے کہا اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے پاکستان میں خاص طور پر عوام الناس اور ملک کو یرغمال بنایا ہوا ہے جس کی وجہ سے شرافت نے اپنی زبان بندکی ہوئی ہے۔

پس ہم احمدی ہی ہیں جنہوں نے ان گردنوں کو بھی آزاد کروانا ہے۔ ہمارے پاس کوئی دنیاوی طاقت تو نہیں لیکن حقیقی غیرتِ رسول ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپؐ سے منسوب لوگوں کی گردنوں کو آزاد کروایا جائے۔ اس لئے ہم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس محسنِ انسانیت کے صدقے آپؐ کی طرف منسوب ہونے والوں کو تباہ ہونے سے بچالے کہ یہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جو ہماری کامیابیوں کا راز ہے۔ ساتھ ہی ہم ہر ذی شعور مسلمان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے خود ساختہ یا خوف کے زیرِ اثر گونگے پن کو زبان دو۔ خدا کا خوف اپنے اندر پیدا کرو، نہ کہ دنیا والوں کا۔ اسلام کے نام پر انسانیت کی قدریں پامال کر کے اُس محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین کو بدنام کرنے والوں کا ساتھ دے کر اُس رسول کی ناراضگی اور خدا کی ناراضگی مول نہ لو۔ اپنی شرافت کو زبان دو۔ انسانی شرف کو قائم کر کے پاکستان اور اسلام کا وقار بلند کرنے کی کوشش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بلند کر کے آپ کی اپنی امت کیلئے کی گئی دعاؤں کے وارث بنو۔ اپنی حالتوں کو دیکھو اور غور کرو کہ باوجود اسلام اور رسول کی غیرت کے اُس اظہار کے جو تم اب تک کرتے رہے ہو یا کر رہے ہو، بدنامی اور ناکامی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں کر رہے، نہ کر سکے۔ اس کی وجہ نعوذ باللہ، میرے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے نہ ہی اسلام کے اعلیٰ اور مکمل دین ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک ہے بلکہ یہ تمہارے عمل اور رویے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد یعنی وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ:4) پر غور کرنے کی بجائے اس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہے۔ پس سوچو اور غور کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عقل دے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جہاں تک ہم احمدیوں کا سوال ہے ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہتے ہیں کہ ہم غیرتِ رسول اور ناموسِ رسول کیلئے اپنی جانیں قربان کرنا جانتے ہیں اور کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہر احمدی جو اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کا مقام حاصل کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی وجہ سے کرتا ہے۔ وہ اپنی جان کا نذرانہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے اور حضرت خاتم الانبیاء پر درود پڑھتے ہوئے پیش کرتا ہے۔ وہ حقیقی درود پڑھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کے نئے راستے ہمیں دکھاتا ہے۔ وہ درود جو ہمارے دل کی آواز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں اور یہ درود آپؐ کے افضل ہونے کے اظہار کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ وہ درود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت کا ادراک ہمارے دلوں میں مزید روشن تر کر کے پیدا کرتے ہوئے آپؐ کے مقامِ ختمِ نبوت کی حفاظت کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے اور اس طرح درود شریف پڑھنے کا یہ سب فہم و ادراک ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو کر اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں سے هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (تذکرۃ صفحہ نمبر 34 ایڈیشن چہارم 2004ء) کی خوشنودی کی سند لے کر پھر ہم میں پیدا فرمایا ہے۔

پس کون ہے جو ہم سے عشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم چھین سکے۔ خدا کی قسم! ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو ہم اُسے خوشی سے قبول کر لیں گے لیکن اپنے آقا حضرت محمد مصطفی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور آپؐ پر درود و سلام کے اس ادراک سے ایک انچ کا ہزارواں حصہ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ دنیا کے امتحان اور ابتلا تو ہم برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنے پیارے خدا کی ناراضگی اور اپنے آقا سے عشق میں کمی ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جب ہم خدا اور رسول کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہیں تو پھر اپنے وعدے کے مطابق سب سے زیادہ پیار کرنے والا خدا بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔ اور آج تک کی تاریخِ احمدیت یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ دنیا پر مقامِ ختمِ نبوت جماعت احمدیہ کے ذریعے واضح کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اب جماعت احمدیہ کے ذریعے دنیا پر لہرائے اور اس مقصد کے حصول کیلئے ہم گزشتہ 123 برس سے قربانیاں دیتے چلے آ رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قربانیاں دیتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ تمام دنیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔

لیکن اے دشمنانِ احمدیت! جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حضرت خاتم الانبیاء محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمینؐ کے نام پر ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کر رہے ہو، تمہیں آج میں واضح طور پر اور تحدّی سے یہ کہتا ہوں کہ تمہارا مقدر ناکامیاں ہیں، تمہارا مقدر تباہی و بربادی ہے اور تمہارا مقدر ذلّت و خواری ہے۔ جس خدا کے نام پر اور جس حبیبِ خدا کے نام پر تم یہ ظلم و بربریت کر رہے ہو وہ خدا ضرور اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ خدا اپنے حبیب کی عزت و ناموس کی خاطر تمہیں ضرور پکڑے گا کہ وہی اپنے حبیب سے حقیقی پیار کرنے والا ہے جسے قطعاً یہ برداشت نہیں کہ محسنِ انسانیت کو ظلم و بربریت کر کے بدنام کیا جائے۔ پس اب بھی ہوش کرو اور وقتاً فوقتاً آفات کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تنبیہی پیغام مل رہے ہیں اُنہیں سمجھو ورنہ جس دن اذنِ الٰہی نے آخری فیصلہ کر لیا اُس دن تمہاری خاک بھی نظر نہیں آئے گی۔ پس ہوش کرو، ہوش کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عقل دے۔ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم اپنے کسی بھی حربہ سے جماعت احمدیہ کو تباہ کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہر روز اپنے فضلوں کے وہ نظارے دکھا رہا ہے جو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اُس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ وعدے ہیں اور بیشمار جگہ مختلف حوالوں سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اِنِّیْ مَعَكَ (تذکرۃ صفحہ نمبر 177 ایڈیشن چہارم 2004ء)۔ پس جس کے ساتھ اللہ ہو جو تمام طاقتوں کا مالک ہے اور جو بہترین مددگار ہے اُس کا مقابلہ کوئی انسان کیا کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی رنگ میں عشقِ رسول کا حق ادا کرنے والا بنائے۔ پہلے سے بڑھ کر درود شریف کا ادراک عطا فرمائے۔ ہمیں ہمیشہ ثباتِ قدم عطا فرمائے اور ہمیں فتوحات کے نظارے پہلے سے بڑھ کر دکھائے۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں احمدیت کی خاطر ظلم میں پسنے والوں کیلئے بھی دعا کریں۔ بہت دعا کریں۔ اسیران کیلئے، واقفینِ زندگی کیلئے، جماعتی خدمات بجا لانے والوں کیلئے، جلسہ کی برکات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کیلئے کہ جماعت کی روحانی ترقی اور تقویٰ کیلئے، امتِ مسلمہ کیلئے کہ اللہ تعالیٰ انکی آنکھیں کھولے، کُل انسانیت کیلئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اسلام کی آغوش میں لا کر حقیقی مسلمان بن کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کی توفیق بخشے۔ عمومی طور پر دنیا کیلئے جو فساد میں مبتلا ہے۔ اب کل ہی ناروے میں بھی ایک واقعہ ہوا جہاں اکانوے (91) لوگ بم بلاسٹ میں قتل کر دیئے گئے اور مار دیئے گئے۔ وہاں ناروے کا جو منسٹر، میئر صاحب آئے ہوئے تھے وہ اپنے لوگوں کی موت کی خبر سن کر اور موت کا نظارہ دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ مجھے اُس درد کا اور بھی زیادہ احساس ہوا ہے جس میں آپ لوگوں کی لاہور کی مسجد میں چھیاسی شہادتیں ہوئی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ اُس قوم کو بھی صبر عطا کرے اور اُن لوگوں کو جو اس قسم کے ظالمانہ فعل کرتے ہیں عقل بھی عطا کرے۔ ہماری ہمدردیاں اور جذبات ہمیشہ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جو مظلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ظلم سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ اب ہم دعا کرتے ہیں۔ دعا میں شامل ہو جائیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 9 نومبر 2012)

NISHA LEATHER
Specialist in :
Leather Belts, Ladies & Gents Bag
Jackets, Wallets, etc
WHOLE SALE & RETAILER
19-A, Jawaharlal Nehru Road, Kolkatta - 700087
(Beside Austin Car Showroom)
Contact No : 2249-7133
طالب دعا: افراد خاندان مکرم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم، جماعت احمدیہ کلکتہ (بنگال)

طالب دعا:
اقبال احمد ضمیر
فلک نما، حیدرآباد
(تلنگانہ)

KONARK Nursery
Hyderabad
MUZAMMIL AHMED
Mobile: +91 99483 70069
konarknursery@gmail.com
www.facebook.com/konarknursery
www.konarknursery.com
Plants for Seasons & Reasons...
Cactus . Seculents . Seeds
Landscaping – Rental Plants – Exports – Imports

# اعلیٰ اخلاق کی بجا آوری اور حقوق العباد کا خیال رکھنا بھی اُسی قدر ضروری ہے جس قدر کہ عبادت کرنا

# صحیح عابد ایک مومن اُسی صورت میں بن سکتا ہے جب کہ وہ حقوق العباد ادا کرنے والا بھی ہو

## قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں والدین، اقرباء، یتامی، مساکین، ناداروں معذوروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی اور اعلیٰ اخلاق کی بجا آوری کے لئے نہایت اہم تاکیدی نصائح۔

جماعت احمدیہ آسٹریلیا کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 16 اپریل 2006ء کو مسجد بیت الاوّل سڈنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (سورۃ النساء:37)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا بائیسواں جلسہ سالانہ اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ یہ جلسے جو جماعت میں منعقد ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا بہت بڑا مقصد تقویٰ کے معیار کو بڑھانا اور اپنی بیعت میں شامل ہونے والوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلانا قرار دیا تھا۔

آپ فرماتے ہیں: ’’اس جلسے سے مدّعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ اُن کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کیلئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی اُن میں پیدا ہو اور دینی مہمات کیلئے سرگرمی اختیار کریں۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

آج اُس جلسے کی اتباع میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہوا تھا، تمام دنیا میں جلسے منعقد ہو رہے ہیں اور جس کا ایک نمونہ ہم یہاں آج اس ملک اور اس براعظم میں دیکھ رہے ہیں اور آج اس دور دراز علاقے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک نشان نظر آ رہا ہے۔ اُس وقت چند لوگ اُس چھوٹی سی بستی قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس لئے جمع ہوئے تھے کہ اُن مقاصد کے حصول کی کوشش کریں اور وہ کچھ لوگ صرف ہندوستان سے ہی جمع ہوئے تھے۔ آج یہاں امریکہ سے، یورپ سے اور ایشیا کے براعظموں سے بھی لوگ پہنچے ہوئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ادنیٰ غلام اور نمائندہ اس جلسہ میں شامل ہو رہا ہے۔ آج کی تیز رفتار سہولتوں کے باوجود بعض لوگ چوبیس پچیس گھنٹے کے سفر کے بعد یہاں پہنچے ہیں اور اس وسیع ملک سے بھی ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے لوگ یہاں آئے ہیں۔ تو اگر یہ سب یہاں آنے والے اُس مقصد کو پورا کرنے والے نہ بنیں جس کو حاصل کرنے کیلئے جلسوں کا انعقاد کیا گیا تھا تو پھر یہ جلسہ بے فائدہ ہے۔

اس اقتباس میں جو مَیں نے پڑھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری توجہ تقویٰ پر چلتے ہوئے دو امور کی طرف مبذول کروائی ہے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اپنی روحانیت کو بڑھانا اور دوسرے تقویٰ پر چلتے ہوئے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور اُس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا۔

اس وقت مَیں اعلیٰ اخلاق کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں تا کہ اُن کو اپناتے ہوئے حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو۔ عبادت کا تو کچھ حد تک خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اعلیٰ اخلاق کی بجا آوری اور حقوق العباد کا خیال رکھنا بھی اُسی قدر ضروری ہے جس قدر کہ عبادت کرنا۔ ایک مومن اُسی صورت میں صحیح عابد بن سکتا ہے جب کہ وہ حقوق العباد ادا کرنے والا بھی ہو۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ آپ کا ایک اقتباس میں نے لیا ہے جو گو کہ بہت لمبا ہے لیکن حقوق العباد کی اہمیت واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کو پڑھا جائے۔

آپ فرماتے ہیں: ’’دنیا میں اس زمانہ میں نفاق بہت بڑھ گیا ہے۔ بہت کم ہیں جو اخلاص رکھتے ہیں۔ اخلاص اور محبت شعبۂ ایمان ہے۔ آپ کو خدا آپ کی محبت اور اخلاص کا اجر دے اور تقویت عطا کرے‘‘۔

فرمایا: ’’اخلاق فاضلہ اسی کا نام ہے کہ بغیر کسی عوض معاوضہ کے خیال سے نوع انسان سے نیکی کی جاوے۔ اسی کا نام انسانیت ہے۔ ادنیٰ صفت انسان کی یہ ہے کہ بدی کا مقابلہ کرنے یا بدی سے درگزر کرنے کی بجائے بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کی جاوے۔ یہ صفت انبیاء کی ہے اور پھر انبیاء کی صحبت میں رہنے والے لوگوں کی ہے اور اس کا اکمل نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ خدا تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں کرتا اُن دلوں کو کہ اُن میں ہمدردی بنی نوع ہوتی ہے‘‘۔ فرمایا: ’’صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ کے دو ہی حصے ہیں اور وہی قرآنِ شریف کی پاک تعلیم کا خلاصہ اور لُبّ لباب ہیں۔ اوّل یہ کہ حق اللہ کے ادا کرنے میں عبادت کرنا، فسق و فجور سے بچنا اور کُل محرّمات الٰہی سے پرہیز کرنا اور اوامر کی تعمیل میں کمربستہ رہنا۔ دوم یہ کہ حق العباد ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور بنی نوع انسان سے نیکی کرے۔ بنی نوع انسان کے حقوق بجا نہ لانے والے لوگ خواہ حق اللہ کو ادا کرتے ہی ہوں، بڑے خطرے میں ہیں‘‘۔ فرمایا کہ اللہ کا حق ادا کرنے والے لوگ جو ہیں اگر بنی نوع کے حقوق ادا نہیں کر رہے تو بڑے خطرے میں ہیں ’’کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ستّار ہے، غفّار ہے، رحیم ہے اور حلیم ہے اور معاف کرنے والا ہے۔ اُس کی عادت ہے کہ اکثر معاف کر دیتا ہے، مگر بندہ (انسان) کچھ ایسا واقعہ ہوا ہے کہ کبھی کسی کو کم ہی معاف کرتا ہے۔ پس اگر انسان اپنے حقوق معاف نہ کرے تو پھر وہ شخص جس نے انسانی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہو یا ظلم کیا ہو، خواہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں کوشاں ہی ہو اور نماز، روزہ وغیرہ احکامِ شرعیہ کی پابندی کرتا ہی ہو مگر حق العباد کی پروا نہ کرنے کی وجہ سے اُس کے اور اعمال بھی حبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ غرض مومن حقیقی وہی ہے جو حق اللہ اور حق العباد دونو کو پورے التزام اور احتیاط سے بجا لاوے۔ جو دونو پہلوؤں کو پوری طرح سے مدّنظر رکھ کر اعمال بجا لاتا ہے وہی ہے کہ پورے قرآن پر عمل کرتا ہے ورنہ نصف قرآن پر ایمان لاتا ہے۔ مگر یہ ہر دو قسم کے اعمال انسانی طاقت میں نہیں کہ بزورِ بازو اور اپنی طاقت سے بجا لانے پر قادر ہو سکے۔ انسان نفسِ امارہ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور توفیق اس کے شامل حال نہ ہو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ دعائیں کرتا رہے تا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے نیکی پر قدرت دی جاوے اور نفسِ امارہ کی قیدوں سے رہائی عطا کی جاوے۔ یہ انسان کا سخت دشمن ہے۔ اگر نفسِ امّارہ نہ ہوتا تو شیطان بھی نہ ہوتا۔ یہ انسان کا اندرونی دشمن اور مارِ آستین ہے اور شیطان بیرونی دشمن ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب چور کسی کے مکان میں نقب زنی کرتا ہے تو کسی گھر کے بھیدی اور واقف کار سے پہلے سازش کرنی ضروری ہوتی ہے۔ بیرونی چور بجز اندرونی بھیدی کی سازش کے کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ شیطان بیرونی دشمن، نفسِ امّارہ اندرونی دشمن اور گھر کے بھیدی سے سازش کر کے ہی انسان کے متاعِ ایمان میں نقب زنی کرتا ہے اور نورِ ایمان کو غارت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:54) یعنی مَیں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتا اور اُس کی طرف سے مطمئن نہیں کہ نفس پاک ہو گیا ہے بلکہ یہ تو شریر الحکومت ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 571-572، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

تو یہ ہے وہ معیار جس تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں لانا چاہتے ہیں کہ اس اخلاص اور محبت کو ایمان کا حصہ نہیں سمجھو گے تو یہ نفاق کی نشانی ہے، منافقت کی نشانی ہے۔ منہ سے یہ کہنے کو کہ ہم ایمان لے آئے یا منہ سے یہ اظہار کرنے سے کہ ہم جماعت سے اخلاص و وفا رکھتے ہیں، اُس وقت تک معیار نہیں سمجھا جا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر عمل نہ کرو۔ اپنے اخلاق کے معیار بلند نہ کرو۔ اور اللہ کے بندوں کے حقوق اُس صورت میں بھی ادا کرتے رہو اگر تمہارے ذاتی مفاد بھی متاثر ہوتے ہوں۔ بلکہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ یعنی آپ کا ہر عمل نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق تھا بلکہ جو اعلیٰ اخلاق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں اُن کے اعلیٰ ترین معیار لئے ہوئے تھا۔ اور آپ کی قوتِ قدسی کی وجہ سے آپ کے صحابہ بھی اُسی رنگ میں رنگین تھے اور اللہ تعالیٰ کا جو قرآنِ کریم میں حکم ہے کہ صِبْغَۃَ اللّٰہِ (البقرۃ:139) یعنی اللہ کا رنگ پکڑو کی عملی مثال تھے۔ اور اُن کا ہر عمل اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اُس کے حکموں پر چلنے والا تھا۔ اُن کے عمل صرف یہ نہیں تھے کہ بدی کرنے والے کو معاف کر دینا بلکہ اُس سے بڑھ کر یہ کہ اُس بدی کرنے والے سے نیکی بھی کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اگر ایک انسان بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا لیکن نمازیں بڑی پڑھتا ہے، چندے بڑے دیتا ہے، اللہ اور اُس کی جماعت کے تمام فرائض ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کی یہ سب نیکیاں اُس وقت تک بیکار ہیں جب تک وہ بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا اور نہ صرف یہ کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی اُس کے کسی کام نہ آئے گی بلکہ وہ خطرے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی زد میں ہے۔

پس ہمیں اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم میں کتنے ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سو فیصدی حقوق العباد کی ادائیگی کرنے والے ہیں۔ اگر حقیقت پسندی سے جائزہ لیں تو جو صورتِ حال سامنے آئے گی اُس سے خود ہی آپ کے دلوں میں خوف پیدا ہو گا۔ کئی مرد ہیں جو بظاہر بڑی نمازیں پڑھنے والے عبادت گزار ہیں یا سمجھے جاتے ہیں، جماعتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں لیکن جب گھر جائیں تو انہوں نے بیویوں سے، گھر والوں سے بڑا ناروا سلوک رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اُن کی طبیعتوں کا یہ تضاد دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بعض والدین اپنے بچوں کے ذریعے سے اپنی بہوؤں کے حقوق تلف کروا رہے ہوتے ہیں۔ بعض بہوئیں، بیویاں

اپنے خاوندوں کے ذریعے سے اُن کے والدین کے حقوق تلف کروا رہی ہوتی ہیں۔ بعض اپنی بیویوں کو چھوڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں، نہ تو انہیں بساتے ہیں نہ رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ایک دفعہ ایک عورت نے ایسا ہی معاملہ حضرت عائشہؓ کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کہ میرا خاوند کہتا ہے کہ میں تجھے تنگ کروں گا، نہ مکمل طور پر علیحدہ کروں گا، نہ بساؤں گا۔ طریقہ اُس نے یہ (اختیار) کیا کہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا۔ روایت میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو کیونکہ اُس وقت تک اس بارے میں کوئی واضح حکم نہیں تھا اس لئے آپ ناپسندیدگی کے اظہار کے باوجود خاموش رہے۔ اور پھر جب طلاق والی یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر دو دفعہ سے زیادہ طلاق دو گے تو پھر ہر دفعہ رجوع نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح مرد جو عورت کے حقوق غصب کرتا تھا اُس سے عورت آزاد ہوئی۔ تو ایک تعداد مقرر کر دی۔ تو عورت کی جان چھوٹی۔

(سنن الترمذی، کتاب الطلاق واللعان باب 16/16، حدیث نمبر 1192)

لیکن اب بھی بعض دفعہ ایسے معاملے سامنے آ جاتے ہیں کہ مرد کہتے ہیں۔ ہم تنگ کرتے رہیں گے، طلاق یا خلع کے معاملے کو لٹکائیں گے۔ بعض دفعہ کاغذوں پر دستخط نہیں کرتے۔ بہرحال جب بھی ایسی صورتحال ہوتی ہے تو عورت کے حقوق قائم کرنے کیلئے نظامِ جماعت ایکشن لیتا ہے اور لینا چاہئے۔ بہرحال یہ ایک مثال مَیں نے دی ہے۔ اسلام نے تو پورے معاشرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلا دی ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہے۔

دیکھیں قریبی رشتہ داروں میں سے جو قریب ترین رشتہ ہے وہ ماں باپ کا ہے۔ اُن کے حقوق سے لے کر معاشرے کے اُس شخص تک کے حقوق ادا کرو جس کو تم جانتے بھی نہیں ہو۔ تو یہ معاشرے میں امن اور محبت کی فضا پیدا کرنے کیلئے اسلام کی خوبصورتی ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اعلیٰ نیکی یہی ہے کہ جو تمہارے سے بدی کرتا ہے، تمہارے حقوق غصب کرتا ہے، جس نے تمہارے خیال میں تمہارا حق چھینا ہے، جس نے جان بوجھ کر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ جب تمہارے لئے بدلہ لینے کا وقت آئے یا تم نے جب حق پر قائم رہتے ہوئے اُس کے ساتھ کوئی سلوک کرنا ہو، اُس کا جواب دینا ہے تو تمہارا ردّعمل یہ ہونا چاہئے کہ صرف اُتنا حق ادا نہ کرو جو انصاف پر مبنی ہو بلکہ اگر اصلاح ہو سکتی ہو تو اُس سے آگے جا کر احسان کرو۔ تو یہی اعلیٰ اخلاق ہیں اور یہی حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ جس آیت کا مَیں حوالہ دے رہا تھا اس کا ترجمہ آپ نے سنا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہوگیا۔ اور یہاں یہ بات واضح ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کر کے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض حقوق معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے باقی تمام غلطیاں معاف کر سکتا ہے لیکن شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرما دیا کہ اس کو مَیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ (سورۃ النساء: 49) یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اُس کا شریک قرار دیا جائے۔ اور شرک کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اپنی اُمّت کے شرک میں مبتلا ہونے کی بڑی فکر ہے۔ ایک صحابی پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کی کہ حضور! کیا آپ کی اُمّت بھی شرک میں مبتلا ہو جائے گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، لیکن میری اُمّت کا شرک بتوں وغیرہ کا شرک نہیں ہوگا بلکہ مخفی شرک ان میں پیدا ہوگا۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الرقاق حدیث نمبر 7940 جلد نمبر 8 صفحہ 2828-2827 مکتبۃ نزار مصطفی الباز السعودیۃ)

اسکی کچھ تفصیل میں پچھلے جمعہ بیان کر چکا ہوں تو اس لحاظ سے بھی ہمیں جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ شرک سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث نہ بنیں۔ شرک کے علاوہ باقی غلطیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں ان کو مَیں معاف کر دوں گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (سورۃ النساء: 49) کہ اور جو گناہ اس سے ادنیٰ ہوں، اس کے علاوہ ہوں اُسے جسکے حق میں چاہے گا معاف کر دے گا۔

بہرحال اس وقت مَیں ذکر کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ کے بعد پہلا حق والدین کا ہے جو ایک انسان کے بچپن سے لے کر بلوغت کی عمر کو پہنچنے تک ہر طرح اُس کا خیال رکھ رہے ہوتے ہیں۔ جب بچہ ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکتا۔ مانگ نہیں سکتا۔ اپنی بھوک کا، اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اُس کے رونے اور ہنسنے سے اُسکی طبیعت اور ضرورت کا اندازہ لگا کر والدین اُس کی پرورش کر رہے ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ یہ جو والدین بچے کیلئے کر رہے ہوتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی ربوبیت ہے جو وہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ماں چونکہ زیادہ اس کی پرورش کر رہی ہوتی ہے، اپنے آپ کو جسمانی مشقت میں ڈال کر بھی اُس کا خیال رکھ رہی ہوتی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھنے والے کے سوال پر کہ کس کا مجھ پر سب سے زیادہ حق ہے؟ آپ نے فرمایا 'تیری ماں کا'۔ اور تین بار لگاتار پوچھنے پر آپ یہی جواب عطا فرماتے رہے۔ اور چوتھی بار فرمایا: تیرا باپ۔

(بخاری، کتاب الادب، باب من اُحق الناس بحسن الصحبۃ، حدیث نمبر 5971)

تو ماں باپ کے حقوق کی یہ اہمیت ہے۔ بلکہ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ تمہیں کوئی ایسی بات کہہ دیں جو ناپسندیدہ ہو تو تب بھی تم نے اُن کی کسی بات پر اُف تک نہیں کہنا بلکہ اُن کیلئے دعائیں کرنی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَاخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا (بنی اسرائیل: 25) اور رحم کے جذبے کے ماتحت اُن کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کر اور اُن کیلئے دعا کرتے وقت کہا کر کہ اے میرے رب! ان پر مہربانی فرما کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔ تو ماں باپ کا بچوں پر یہ حق ہے۔

پس جب تک یہ حقوق ادا ہوتے رہیں گے، ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل ان حقوق ادا کرنے والوں کی زندگیاں بھی سنورتی رہیں گی اور پھر آگے بچے بھی اس جذبے سے آپ کے بڑھاپے میں آپکی خدمت کرتے رہیں گے ورنہ جو سلوک آج کے بچے اپنے والدین سے کر رہے ہیں، کل کے بچے وہی سلوک آپ سے کریں گے۔

بعض دفعہ ایسے معاملات آتے ہیں جن کی تہہ تک جا کر اگر دیکھا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عموماً اُنہی لوگوں کے بچے اپنے والدین کے ساتھ ناروا سلوک رکھتے ہیں جن والدین نے اپنے والدین کے ساتھ صحیح سلوک نہیں کیا ہوتا۔

پھر فرمایا کہ رشتہ داروں اور قریبیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔ اُن کے بھی حق ادا کرو۔ شادیاں ہونے کی وجہ سے جو میاں بیوی کے رحمی رشتے قائم ہوتے ہیں اُن کا بھی خیال رکھو۔ جس طرح بیوی کو خاوند کے گھر والوں کو اپنا بنا کر رکھنا اور اُن کو اپنا رشتہ دار سمجھنا ہے اسی طرح خاوند کو بھی بیوی کے عزیزوں، رشتہ داروں کا اُسی طرح خیال رکھنا ہے۔ پھر شادیوں کے ذریعے سے جو دوسری رشتہ داریاں قائم ہوتی ہیں، لڑکے کے ماں باپ ہیں، بہن بھائی ہیں، لڑکی کے ماں باپ ہیں، بہن بھائی ہیں، دوسرے رشتہ دار ہیں یہ سب ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے ہوں اور حق اُس وقت ادا ہوتے ہیں جب ایک دوسرے پر احسان کرنے کی سوچ پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس فقرہ کی تشریح میں کہ 'جو تمہارے قرابتی ہیں' فرماتے ہیں کہ ''اس فقرہ میں اولاد اور بھائی اور قریب اور دُور کے تمام رشتہ دار آ گئے۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد نمبر 23 صفحہ 208)

اب دیکھیں کہ اس طرح رشتہ داریاں نبھانے سے کس قدر وسیع حقوق کی ادائیگی پر توجہ دینے والا معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اُن کے حقوق کی ادائیگی کی وجہ سے ہو۔ یتیم اور مسکین معاشرے کا ایک ایسا طبقہ ہے جو توجہ چاہتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ حکم فرمایا ہے اگر یتیموں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اُن کی پرورش کرو، اُن کی جائیداد کی حفاظت کرو اور اگر تمہارے حالات اچھے ہیں تو پھر اُن کی اگر کوئی جائیداد ہے تو اُس میں سے خرچ بھی نہ کرو بلکہ اُن کیلئے رہنے دو۔ اور اگر حالات اچھے نہیں، غربت ہے اور تمہارے اپنے وسائل ایسے نہیں ہیں تو پھر یتیم کی نگہداشت کیلئے اُتنا ہی خرچ کرو جو ضروری ہو۔ اُس کا مال لٹاتے نہ رہو۔ اور جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو اُن کی جائیداد اُن کو لوٹا دو۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ نہ ہو کہ اس سے پہلے اُن یتیموں کے بچپن سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس طرح خرچ ہو، اس طرح اُن کے پیسے کو لُٹا رہے ہو کہ جب وہ بڑے ہوں تو اُن کے ہاتھ میں کچھ نہ آئے۔ کیونکہ اگر یہ صورتحال ہوئی تو یقیناً ایسے یتیموں کے دلوں میں بے چینی پیدا ہوگی۔ اور جب لوگوں کے دلوں میں، طبیعتوں میں بے چینی پیدا ہوتی ہے تو اس کا اثر معاشرے پر بھی پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ایک یتیم کے حقوق ادا نہ کر کے یا اُس کا حق غصب کر کے پورے معاشرہ کا سکون برباد کر رہا ہوتا ہے۔ پھر بعض دفعہ جب اس طرح غلط قسم کے اخراجات اُن کو پالنے والے، نگرانی کرنے والے کر رہے ہوتے ہیں تو ان کا اثر ان یتیموں کی طبیعتوں پر بھی پڑتا ہے، اُن کو بھی احساس ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں کئی لوگ فساد کی نیت سے بھی یتیم کو اس کے نگران کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، اُن کے جذبات بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور ردّعمل کے طور پر پھر اُس یتیم کی طرف سے بلوغت کی عمر کو پہنچ کر ایسا ردّعمل ظاہر ہوتا ہے، ایسی حرکات ہوتی ہیں جو معاشرہ کا امن و سکون برباد کر رہی ہوتی ہیں۔ بعض ردّعمل کے طور پر عادی مجرم بن جاتے ہیں۔

پھر مسکین ہیں، ضرورتمند ہیں اُن کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اُن کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا

---

**ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس**

''سب سے بنیادی اور اوّلین اصول جس کے مطابق
ہر مسلمان مرد اور عورت کو اپنی زندگی لازماً بسر کرنی چاہئے وہ توحید ہے،
یعنی اس کامل ایمان اور یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اسکا کوئی ہمسر نہیں۔''

(پیغام نیشنل اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ تنزانیہ 2019)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

---

**ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس**

''ذیلی تنظیموں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ
دین کی خدمت اور ملک و قوم دونوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دلائیں
اور یہ خدمت اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہونی چاہئے۔''

(پیغام برموقع نیشنل اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ تنزانیہ 2019)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

چاہئے۔ یہ رشتے داروں کے حقوق ہیں۔ یہاں بہت سارے ایسے آ گئے ہیں جن کے بعض رشتے دار ایسی حالت میں ہیں جن کو شاید اُن کی مدد کی ضرورت ہو اور یہ اس لئے مَیں بتا رہا ہوں کہ جو مدد کر سکتے ہوں اُن کو کرنی چاہئے۔ ضرورتمندوں کو اُن کے پاؤں پر کھڑا کرنا چاہئے۔ اُن کو دھتکارنا نہیں چاہئے بلکہ معاشرہ کا فعّال حصہ بنانا چاہئے۔ ایک غریب بھی اچھا ذہن رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی طور پر جہاں تک ہو سکتا ہے اچھے ذہن رکھنے والے غریب طلباء کی مدد ہوتی ہے اور جہاں تک پڑھایا جائے پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ اُس کا حق ہے کہ اُس کیلئے، اُس کی اچھی تعلیم کیلئے مواقع مہیا کئے جائیں۔ اُسکی استعدادوں کو مزید چمکانے کے اُس کو مواقع میسر کئے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نظامِ وصیت کی ایک شق ایسے لوگوں کے حقوق قائم کرتے ہوئے اُن کو ترقی کے مواقع مہیا کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، جیسا کہ مَیں نے کہا، جماعت ایسے طلباء جو غریب ہوں اُن کو مواقع مہیا کرتی ہے تا کہ وہ معاشرہ کا فعال حصہ بن سکیں اور پھر آگے جا کے وہ خود بھی حقوق ادا کرنے والے بن جائیں۔

اس کمزور طبقے کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کمزوروں میں مجھے تلاش کرو۔ یعنی میں اُن کے ساتھ ہوں اور اُن کی مدد کر کے تم میری رضا حاصل کر سکتے ہو۔ کمزوروں اور غریبوں کی مدد سے ہی تم خدا کی مدد پاتے ہو اور اُسکے حضور سے رزق کے مستحق بنتے ہو۔ (سنن الترمذی، کتاب الجہاد، باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیک المسلمین، حدیث 1702)

پس جہاں ہم کمزوروں، مسکینوں کا حق ادا کر کے اُن کو معاشرہ کا فعّال حصہ بنا رہے ہوں گے، وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کرنے والے ہوں گے۔

پھر ہمیں توجہ دلائی، ہدایت فرمائی کہ رشتہ دار ہمسایوں اور غیر رشتے دار ہمسایوں سب کا خیال رکھو۔

اب ہمسایوں کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی ہے کہ ''ایسے ہمسایہ ہوں جو قرابت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسایہ ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں یا نماز میں شریک ہوں یا علمِ دین حاصل کرنے میں شریک ہوں۔'' (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ 209-208)

تو دیکھیں کتنی وسیع تعریف ہے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے دینی بھائی بھی تمہارے ہمسائے ہیں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 215، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یعنی جماعت کا ہر فرد ایک دوسرے کا ہمسایہ ہے۔ اور ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے ہمسائے کے بارے میں اس طرح مجھے بار بار تاکید کی کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ ہمسائے کو وراثت میں بھی حصہ دار بنانے لگا ہے۔ (بخاری کتاب الادب باب الوصاءۃ بالجار حدیث نمبر 6014)

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہی حکم آنے والا ہے۔

تو اس وسیع تعریف کے ساتھ کوئی احمدی بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ایک دوسرے کی ہمسائیگی سے باہر نہیں جا سکتا۔ جب معاشرے میں اس طرح ایک دوسرے کا خیال کرتے ہوئے حقوق ادا کر رہے ہوں گے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ایسا معاشرہ کبھی بگڑا ہوا معاشرہ کہلا سکے۔ اور جب اس طرح نہ جاننے والے ہمسائے کے ساتھ بھی احسان کا سلوک ہو رہا ہوگا اور اُس کے حقوق ادا کئے جا رہے ہوں گے تو جہاں آپ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر رہے ہوں گے، وہاں اس حق کی ادائیگی کی وجہ سے ایک نہ جاننے والے کو بھی قریب لا رہے ہوں گے۔ جماعت کے ممبروں کے علاوہ بھی ہر ہمسایہ جو آپ کا گھریلو ہمسایہ ہے وہ بھی ہمسایہ ہے اور ایسے غیروں کو اپنے قریب لانا جو ہے یہ تبلیغ کے راستے بھی کھول رہا ہوگا۔ اور کوئی بعید نہیں کہ اس طرح کسی نیک فطرت کو، زمانے کے امام کو ماننے کا موقع میسر آ جائے کیونکہ اس طرح آپ اُس کو موقع بہم پہنچا رہے ہوں گے تو آپ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے، آپ کے حق کی غیر معمولی ادائیگی کی وجہ سے اُس کی توجہ آپ کی طرف ہو گی۔ پس یہ حقوق کی ادائیگی، یہ حسنِ سلوک کامیابی کے کئی راستے کھولتا چلا جاتا ہے۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنے پڑوسی کے حقوق ادا کرے۔ اگر یہ سوچ پیدا ہو جائے تو کبھی شکوے نہیں ہوں گے، کبھی شکایتیں نہیں ہوں گی۔ کبھی کسی احمدی کو عہدیداروں کے متعلق شکوے پیدا نہیں ہوں گے کہ وہ اپنا حق ادا نہیں کر رہے۔ اور کبھی کسی عہدیدار کو ایک عام احمدی سے شکوہ نہیں ہوگا کہ وہ جس طرح اطاعت کا حق ہے ادا نہیں کر رہا۔ عہدیداران، مبلغین اور عام احمدی ایک دوسرے کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ لیکن یہ حق ادا کرنے کیلئے اپنی اَناؤں کو، خود ساختہ بنائی ہوئی کہانیوں کو، بدظنیوں کو دل سے نکالنا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ہمیں اعلیٰ اخلاق پر قائم کرنے کیلئے بہت توجہ دلائی ہے۔ آپ ہمیں اعلیٰ اخلاق پر قائم کرنے کیلئے آئے تھے۔ آپ تو ہمیں اُن گم گشتہ راہوں کو دکھانے کیلئے آئے تھے جو ایک عرصے سے نظروں سے اوجھل تھیں۔ اگر آپ کو ماننے کے باوجود ہم ایک دوسرے کے حقوق کی پہچان نہ کر سکے، اپنی اَناؤں کے گند میں اپنے آپ کو ڈبوئے رکھا تو پھر ہم ایمان لانے والے نہیں کہلا سکتے۔ جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دینی بھائی بھی ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں، اس لئے اُن کے حقوق ادا کرو۔ پس ہر احمدی کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یعنی سچا مومن ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اپنے مہمان کا احترام کرے۔ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی اور نیکی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

(بخاری، کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ، حدیث 6018)

پس یہ ہے ایک مومن کی شان کہ وہ اعلیٰ اخلاق رکھنے والا ہو۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اگر اپنے بھائی کی کوئی بات بری لگی ہے تو اُس کو موقع کی مناسبت سے علیحدگی میں سمجھا دیا جاوے، احسن رنگ میں بات کی جائے۔ لیکن یہ کسی کو حق نہیں کہ جو منہ میں آئے ایک دوسرے کے متعلق کہتے پھرو۔ جماعت میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہوں، ایک دوسرے کے متعلق گروپ بندیاں ہو رہی ہوں، ایک دوسرے کے بارے میں حسد اور بغض کے جذبات رکھے جا رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حقوق کی ادائیگی کیلئے توجہ دلاتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ احسان کرو اور احسان جو ہے وہ بہت زیادہ بلند حوصلے کو چاہتا ہے اور اگر بلند حوصلگی ہوگی تو حقوق بھی ادا ہوں گے اور ایک دوسرے سے صَرفِ نظر بھی کرو گے، ایک دوسرے کی غلطیوں کی پردہ پوشی بھی کرو گے۔

پس حقوق کی ادائیگی کے یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کریں اور خاص طور پر عہدیدار اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کریں ورنہ اللہ تعالیٰ نے جو خدمت کے مواقع دیئے ہوئے ہیں اُن سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ آپ نے جماعت کے وقار کو قائم رکھنے کی خاطر اگر تبدیلیاں نہ کیں تو خدا تعالیٰ اُن مواقع کو چھین بھی سکتا ہے۔

پھر یہ فرمایا کہ پہلو میں بیٹھنے والے جو لوگ ہیں اُن کے حقوق کا بھی خیال رکھو۔ یہ پہلو میں بیٹھنے والے تمام وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ آپ، دفتروں میں، کارخانوں میں، تجارتوں میں کام کر رہے ہوتے ہیں، ہر سطح پر آپ کو دوسروں کے حق ادا کرنے ہوں گے۔

پھر سفر کے ساتھی ہیں، اُن کے حقوق کا بھی خیال رکھو۔ پھر فرمایا کہ جن کے تم مالک ہو اُن کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو، اُن کے حقوق کا بھی خیال رکھو، اس میں تمام ماتحت آ جاتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متکبر اور شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔ ہر وہ شخص جو دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتا، اُن سے اچھے اخلاق سے پیش نہیں آتا، اُس میں تکبر پایا جاتا ہے اور یہ جو تکبر کی برائی ہے، یہ بھی شرک کی طرف لے جانے والی ہے۔ اس لئے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، شرک ایک ایسا گناہ ہے جو خدا تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرتا۔ پس ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کس حد تک ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے ہیں۔ کس حد تک ہم احسان کا سلوک کرتے ہوئے زیادتیوں سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے دوسروں سے اچھے اخلاق سے پیش آنے والے ہیں۔ یاد رکھیں حقوق کی ادائیگی بھی اُس وقت ہوگی جب بلند حوصلگی ہوگی، جب برداشت پیدا ہوگی، جب دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے کی عادت ہوگی، جب اپنی اَنانیت کو ختم کرنے والے ہوں گے، جب تکبر سے اپنی جان بچانے والے ہوں گے۔ ورنہ یہ چیزیں دل پر اپنا قبضہ کریں گی اور ان چیزوں کے قبضے میں آیا ہوا انسان پھر حقوق العباد ادا کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

اللہ کرے کہ ہر احمدی اُن اعلیٰ اخلاق کو اپناتے ہوئے اپنے حقوق کو احسن رنگ میں ادا کرنے والا ہو اور ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے والا ہو اور جیسا کہ مَیں نے پہلے دن بھی کہا تھا، جو بھی اچھی تبدیلی پیدا کریں اُس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والا بنائے اور آپ نے جلسہ سالانہ پر آنے والوں کیلئے جو دعائیں کی ہیں اُن دعاؤں کا آپ سب کو وارث بنائے اور خیریت سے آپ سب کو اپنے گھروں میں لے کر جائے۔ اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں شامل ہو جائیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 25 رجنوری 2013)

......☆......☆......☆......


شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

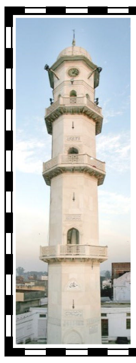

Love for All Hatred for None

99493-56387
99491-46660
Prop:Muhammad Saleem

MASROOR HOTEL

TEA, TIFFIN, MEALS, CHICKEN-BIRYANI, FAST-FOOD AVAILABLE HERE

Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)

طالبِ دعا: محمد سلیم (جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
# 22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)

Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
# 16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

## خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26؍فروری 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

**سوال** طبرستان کا قلعہ کب فتح ہوا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: طبرستان پر حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت سعید بن عاصؓ نے 30؍ہجری میں حملہ کیا، وہاں لڑائی ہوئی اور قلعہ فتح کیا۔

**سوال** جب حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ نے فرنگیوں اور بربریوں کو شکست دے دی تو رومیوں نے کیا کِیا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: رومی بڑے سیخ پا ہوئے اور سب مل کر قسطنطین بن ہِرَقل کے پاس جمع ہوئے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ایسی فوج لے کر نکلے جس کی آغازِ اسلام سے اب تک کوئی مثال نہیں دیکھی گئی تھی۔ یہ لشکر پانچ سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا۔

**سوال** رومیوں کے اس لشکر کے مقابل پر کس کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر کیا گیا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بحری بیڑے کا امیر مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

**سوال** سن 32 ہجری میں کون کون سی فتوحات ہوئیں؟

**جواب** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَرُوْ رُوْذ، طَالقان، فارِیَاب، جُوْزَجان اور طَخارِسْتان کی فتوحات 32؍ہجری کی ہیں۔ یہ افغانستان کے علاقے ہیں۔

**سوال** سن 32 ہجری میں ہونے والی فتوحات کن اصحاب کے ذریعہ ہوئیں؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: یہ فتوحات احنف بن قیس اور اقرع بن حابس کے ذریعہ ہوئیں۔

**سوال** ہرات کی مہم پر حضرت عثمانؓ نے کن کو مقرر فرمایا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: ہَرَاتْ کی مہم 32؍ہجری میں ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے خُلَیْد بن عبداللہ بن حَنَفِی کو ہَرَات اور بَاذَغِیس کی طرف روانہ کیا انہوں نے ان دونوں کو فتح کر لیا۔

**سوال** برصغیر ہندو پاک میں اسلام کب پہنچا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کے دَور میں برصغیر پاک و ہند میں اسلام پہنچ گیا۔ مکران اور سندھ کی فتح ہوئی۔ حضرت مُجَاشِعْ نے افغانستان کے دارالحکومت کابل میں مخالفینِ اسلام سے جہاد کیا۔ اس زمانے میں کابل کا شمار بلادِ ہند میں ہوتا تھا۔ حضرت مُجَاشِعْ نے صوبہ بلوچستان میں مخالفینِ اسلام سے جنگ کی اور اس سے ملحقہ علاقے سَجِسْتَانْ پر علَم لہرایا۔

**سوال** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق کیا پیشگوئی فرمائی تھی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے۔ اگر لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تُو ان کے کہنے پر اسے ہرگز نہ اتارنا۔

**سوال** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے فتنہ کے دنوں میں حضرت عثمانؓ کے متعلق کیا پیشگوئی فرمائی تھی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص گزرا جس نے سر ڈھانپا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا جب یہ فتنہ ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے چھلانگ لگائی اور اس شخص کو پکڑا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ میں نے رسول اللہؐ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا۔ کیا یہ؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں یہی۔

**سوال** یوم الدار کس دِن کو کہا جاتا ہے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: یوم الدار اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن حضرت عثمانؓ کو منافقوں نے آپؓ کے گھر میں محصور کر دیا تھا اور پھر انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔

**سوال** حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا کیا مقام بیان فرمایا ہے؟

**جواب** حضورؓ فرماتے ہیں: یہ دونوں بزرگ اسلام کے اوّلین فدائیوں میں سے ہیں۔ ان کی دیانت اور ان کے تقویٰ پر الزام کا آنا، اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے۔ ان لوگوں کا وجود تمام قسم کی دھڑا بندیوں سے ارفع اور بالا ہے۔ ان بزرگوں کے خلاف جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے۔

**سوال** حضرت عثمانؓ کی خدمات سے خوش ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا تھا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کے متعلق حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا۔

**سوال** حضرت عثمانؓ کے دور کے ایک شاعر نے کن الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے؟

**جواب** حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا شاعر اس امر کی شعروں میں شہادت دیتا ہے کہ اے فاسقو! عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابنِ عَفَّانْ وہ ہے جس کا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے اس قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔

**سوال** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ کا آغاز کس طرح ہوا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ لوگوں کے حقوق کا پورا خیال رکھتے تھے مگر وہ لوگ جن کو اسلام میں سبقت حاصل نہ تھی وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت میں ان کو ان کے برابر حصہ ملتا اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے اور اسے ظلم قرار دینے لگے۔ یہ لوگ خفیہ خفیہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے تھے۔ ہوتے ہوتے ان لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہوگئی۔

**سوال** کوفہ میں ان فسادیوں کی کیا میٹنگ ہوئی تھی؟

**جواب** حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا مرکز کوفہ تھا۔ وہاں ان فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور سب نے بالاتفاق یہی رائے دی کہ

لَا وَاللّٰہِ لَا یَرْفَعُ رَأْسٌ مَا دَامَ عُثْمَانُ عَلَی النَّاسِ

یعنی کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ عثمانؓ کی حکومت ہے۔

**سوال** صحابہؓ نے جب حضرت عثمانؓ کو مفسدوں کے قتل کا مشورہ دیا تو آپؓ نے کیا ارشاد فرمایا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نہیں، ہم ان کو معاف کریں گے اور ان کے عذروں کو قبول کریں گے اور اپنی ساری کوشش سے ان کو سمجھاویں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کریں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کو نہ توڑے یا اظہار کفر نہ کرے۔

**سوال** حضرت عثمانؓ نے مفسدین کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ نے سفر میں پوری نماز ادا کی تھی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے صرف منیٰ میں پوری نماز پڑھی ہے۔ ایک تو یہ وجہ تھی کہ میری وہاں جائداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کیلئے آئے ہوئے تھے۔ ناواقف لوگ یہ نہ کہنے لگیں گے کہ خلیفہ تو دو رکعت پڑھتا ہے اس لیے نماز دو رکعت ہی ہوگی۔

**سوال** حضرت عثمانؓ نے اس اعتراض کا کیا جواب دیا کہ آپؓ نوجوانوں کو حاکم بناتے ہیں؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات، نیک اطوار ہوتے ہیں اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نوعمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا اور رسول کریمؐ پر اسامہ بن زید کے سردارِ لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کیے گئے تھے۔

**سوال** حضرت مصلح موعودؓ نے صحابہؓ کو فتنہ سے کس طرح پاک قرار دیا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: صحابہؓ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائے گی مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور یہ کفر پر نہ مریں۔

**سوال** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آخر میں کن مرحومین کا ذکر خیر فرمایا؟

**جواب** حضور انور نے مکرم عبدالقادر صاحب شہید، مکرم اکبر علی صاحب اسیر راہِ مولیٰ، مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب اور مکرم مبارک احمد طاہر صاحب کا ذکر خیر فرمایا۔

☆......☆......☆

# حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، امانت کا حق ادا کرنے اور خیانت سے بچنے کی تعلیمات پر مشتمل پُر معارف خطبہ

## خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 6 فروری 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

**سوال** خطبہ جمعہ کے آغاز میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کون سی آیت کریمہ تلاوت فرمائی؟

**جواب** حضور انور نے سورہ الانفال کی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (28) تلاوت فرمائی۔

**سوال** حضور انور نے اس آیت کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور (اس کے) رسول سے خیانت نہ کرو ورنہ تم اس کے نتیجہ میں خود اپنی امانتوں سے خیانت کرنے لگو گے جبکہ تم (اس خیانت کو) جانتے ہوگے۔

**سوال** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خَآئِنَةُ الْاَعْیُنِ کے کیا معنی بیان فرمائے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم میں خَآئِنَةُ الْاَعْیُنِ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز پر گہری نظر ڈالنا جس کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ یا جان بوجھ کر ایسی چیز کو دیکھنا جس کو دیکھنے کی اجازت نہ ہو۔ یہ آنکھ کی خیانت کہلاتی ہے۔

**سوال** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر کے حوالے سے کیا نصیحت فرمائی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: مردوں اور عورتوں دونوں کو غض بصر کا حکم ہے اور چونکہ مردوں کو زیادہ دیکھنے کی عادت ہوتی ہے اس لئے ان کو بہرحال غض بصر سے زیادہ کام لینا چاہئے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے منع ہے کہ جو نامحرم رشتے ہیں ان کو دیکھا جائے۔ اور اگر وہ اس طرح کرتے ہیں تو یہ بات بھی آنکھ کی خیانت کے زمرے میں آتی ہے۔

**سوال** اللہ تعالیٰ کے احکامات نہ بجالانے کی وجہ سے کیا نقصان ہوگا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: یاد رکھیں کہ اگر یہ احکامات سچے دل سے بجا نہیں لائیں گے تو معاشرے کے جو حقوق و فرائض ہیں وہ بھی صحیح طرح ادا نہیں ہوں گے۔ اور پھر معاشرے میں ایک دوسرے کا اعتماد بھی حاصل نہیں ہوگا کیونکہ جب تم خیانت کرو گے تو دوسرے بھی خیانت کریں گے اور معاشرے کا امن، چین اور سکون کبھی قائم نہیں ہو سکے گا۔

**سوال** انسان جھوٹ فریب اور دھوکہ کی وجہ سے کس گروہ میں شامل ہو جاتا ہے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: جب انسان کے روزمرہ کے معاملات میں دنیا داری شامل ہو جائے اور جب یہ خیال پیدا ہو جائے کہ جھوٹ، فریب اور دھوکے کے بغیر مَیں اپنے کاروبار میں یا کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا، تو پھر انسان اپنے اردگرد ایسا گروہ بنا لیتا ہے جو غلط قماش کے لوگوں کا ہوتا ہے تاکہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آسکیں۔

**سوال** آنحضرتؐ کی خدمت میں جب ایک چوری کرنے والی عورت کی سفارش کی گئی تو آپؐ نے کیا فرمایا؟

**جواب** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب اس

عورت کی سفارش کی گئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ اپنے چھوٹوں کو سزا دیا کرتی تھیں اور بڑوں کو بچا لیا کرتی تھیں۔ فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو مَیں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

**سوال** حضور انور نے ہر احمدی پر کیا فرض عائد فرمایا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس معاشرہ میں بڑا پھونک پھونک کر قدم رکھے۔ ہم نے معاشرہ کی برائیوں سے اپنے آپکو بچانا بھی ہے اور اپنے اندر امانت ادا کرنے کے حکم کو جاری اور قائم بھی رکھنا ہے۔

**سوال** حضور انور نے قرآن کریم کے کس حکم کو پیش نظر رکھنے کی تلقین فرمائی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم کے اس حکم کو پیش نظر بھی رکھنا ہے کہ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ اور لوگوں کی طرف سے بحث نہ کر جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ سخت خیانت کرنے والے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

**سوال** خیانت کرنے والوں کے متعلق حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: قریبی عزیز اگر خیانت کرتا ہے اور اس کو سزا سے بچانے کے لئے اور اپنی عزت کو بچانے کے لئے بعض دفعہ رشتہ دار نقصان پورے کرتے ہیں۔ ایسے سخت خیانت کرنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا اس لئے تم بھی اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسے لوگوں کی حمایت کی تو ایسا شخص تمہارے ساتھ جماعت کی بدنامی کا باعث بھی بنتا رہے گا۔

**سوال** حضور انور نے وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا: کے کیا معنی بیان فرمائے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: خائن کی طرف سے بھی جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کسی عزیز رشتہ دار کی مصیبت پڑ جاوے تو استغفار بہت پڑھو۔ خدا تعالیٰ تمہیں بچا لے گا۔

**سوال** ایک مومن میں کون سی بُرائی نہیں ہوسکتی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن میں جھوٹ اور خیانت کے سوا تمام بری عادتیں ہوسکتی ہیں۔

**سوال** انسان کے دل میں کون سی چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر نیز صدق اور کذب اکٹھے نہیں ہوسکتے اور نہ ہی امانت اور خیانت اکٹھے ہوسکتے ہیں۔

**سوال** اگر کسی نے کسی کے ساتھ خیانت کی ہو تو اسے خیانت کرنے والے کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آدمی کے پیسے ہم اس لئے نہیں دے رہے کہ اس نے ہمارے ساتھ لین دین میں خیانت کی۔ تو اگر کسی نے خیانت کی بھی تھی اور پھر اس نے کوئی چیز تمہارے پاس امانت کے طور پر رکھوائی ہے تو تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اس کی امانت دبا لو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اپنے ایمان کو ضائع کرنے والے بنو گے۔

**سوال** ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ وہ نہ اس کی خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے۔

**سوال** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس شخص کو سرسبز و شاداب رہنے کی دعا دی ہے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اسے اسی طرح آگے پہنچایا کیونکہ بہت سارے ایسے لوگ جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے وہ خود سننے والے سے زیادہ اسے یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

**سوال** کن تین امور کے بارے میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرسکتا؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا تین امور کے بارہ میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرسکتا اور وہ تین یہ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی خاطر کام میں خلوص نیت، دوسرا ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی اور تیسرے جماعت مسلمین کے ساتھ مل کر رہنا۔

**سوال** حضور انور نے جماعتی عہدے داروں کو کیا نصیحت فرمائی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: جو کام تم اللہ تعالیٰ کی خاطر کر رہے ہو اس میں ہمیشہ خلوص نیت ہونا چاہئے۔ صرف عہدے رکھنے کی خواہش نہ رکھو بلکہ اس خدمت کا جو حق ہے وہ ادا کرو۔ اپنی پوری استعدادوں کے ساتھ خدمت سرانجام دو۔ اس عہدے کا صحیح استعمال بھی کرو۔ یہ نہ ہو کہ تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے لئے اور اصول ہوں، اور غیروں سے مختلف سلوک ہو۔ ایسا کرنا بھی خیانت ہے۔

**سوال** حضور انور نے نظام جماعت کی پابندی کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: نظام جماعت کے ساتھ ہمیشہ چمٹے رہو، نظام کی پوری پابندی کرو۔ کسی بات پر اعتراض پیدا ہوتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ وہ اعتراض انسان کو بہت دور تک لے جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ عہدے داروں سے بڑھ کر نظام تک اور پھر نظام سے بڑھ کر خلافت تک یہ اعتراض چلے جاتے ہیں۔ اگر یہ کرو گے تو یہ بھی خیانت ہے۔

**سوال** قیامت کے روز سب سے بڑی خیانت کیا شمار ہوگی؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ شمار ہوگی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے پھر وہ بیوی کے پوشیدہ راز لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

**سوال** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر اور قرض ادا نہ کرنے والے کو کیا تنبیہ فرمائی ہے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت سے شادی کے لئے مہر مقرر کیا اور نیت کی کہ وہ اسے نہیں دے گا تو وہ زانی ہے اور جس کسی نے قرض اس نیت سے لیا کہ ادا نہ کرے گا تو میں اسے چور شمار کرتا ہوں۔

**سوال** ایک احمدی کی کیا پہچان ہونی چاہئے؟

**جواب** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احمدی کی پہچان تو یہ ہونی چاہئے کہ ایک تو قرض اتارنے میں جلدی کریں، دوسرے قرض دینے والے کے احسان مند ہوں کہ وہ ضرورت کے وقت ان کے کام آیا۔

**سوال** حضرت مسیح موعودؑ نے عورتوں کو کیا نصیحت فرمائی؟

**جواب** حضرت مسیح موعودؑ عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خیانت نہ کرو۔ گِلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت پر بہتان نہ لگاوے۔

**سوال** جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اسے آنحضرتؐ نے کیا تنبیہ فرمائی ہے؟

**جواب** حضور انور نے فرمایا: جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ ☆☆

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

لے کر...... روپیہ آتھم صاحب کے ضامنوں کے حوالہ کردیں گے اور ہمیں منظور ہے کہ آتھم صاحب کے دو داماد ہیں جو معزز عہدوں پر ہیں ضامن ہو جائیں اگر ہم تکمیل تمسک کے بعد ایک طرفۃ العین کی بھی روپیہ دینے میں توقف کریں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ٹھہریں گے اور ضامنوں کو اختیار ہوگا کہ ہمیں آتھم صاحب کی دہلیز میں پیر نہ رکھنے دیں جب تک بعد تکمیل تمسک روپیہ وصول نہ کرلیں۔ (انوار الاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 112)

## کیا آتھم کا یہ عذر صحیح ہے کہ بڑی عمر کی وجہ سے مَیں کسی بھی وقت مرسکتا ہوں؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ تو بقول خود ہمارا جھوٹا ہونا اور ہمارے الہام کا باطل ہونا اور مسیح کا معین و مددگار ہونا تجربہ کرچکے اب کیوں بعد تجربہ کے مرے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ میری عمر قریب 64 یا 68 برس کی ہے۔ اَے صاحب......ہم پوچھتے ہیں کہ کیا زندہ رکھنا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں یہ کیسی بے ایمان قوم ہے جو اپنے تئیں سچا سمجھ کر پھر بھی خدا تعالیٰ پر توکل نہیں کرسکتی۔ دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے اور ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مقابلہ کے وقت ضرور مجھے زندہ رکھ لے گا کیونکہ ہمارا خدا قادر اور حیّ و قیوم ہے مریم عاجزہ کے بیٹے کی طرح نہیں اور ہم اس اشتہار کے بعد پھر ایک ہفتہ تک انتظار کریں گے۔ (ایضاً صفحہ 113)

## مارٹن کلارک کی جان توڑ کوشش کہ آتھم نالش کرے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: بعض اخبار والوں نے بھی بہت سیاپا کیا مگر انہوں نے کسی کی نہ سنی۔ ڈاکٹر کلارک مارٹن سر کھپا کھپا کر رہ گیا مگر انہوں نے اسکے جواب میں بھی دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے حالانکہ عقلاً و انصافاً و قانوناً ان کا دامن اسی حالت میں پاک ہوسکتا تھا جبکہ وہ اپنے ان دعووں کو جن پر خوف کی بنیاد رکھی گئی تھی بذریعہ نالش یا جس طرح چاہتے ثابت کر دکھاتے۔ (ضیاء الحق رُخ ج9 صفحہ 271)

## آتھم قسم کھانے کی طرف رُخ نہیں کرے گا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ وہ اس اشتہار کی طرف رخ نہیں کریگا کیونکہ کاذب ہے اور اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ وہ اس خوف سے مرنے تک پہنچ چکا تھا...... ہم زور سے کہتے ہیں کہ مسٹر عبد اللہ آتھم اس مقابلہ کی طرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ وہ اپنے دل کے حالات سے بے خبر نہیں اور اس کا دل گواہی دے گا کہ ہمارا الہام سچا ہے گو وہ اس بات کو ظاہر نہ کرے مگر اس کا دل اس بیان کا مصدق ہوگا۔ (انوار الاسلام رُخ جلد 9 صفحہ 10، 11)

**ناظرین!** کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ میدان میں قسم کھانے کے لئے آجائیں گے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کبھی جھوٹے بھی ایسی **بہادری** دکھلاتے ہیں جو **ایمانی قوت** پر مبنی ہو۔ ان کے تو ڈر ڈر کے دست نکلتے رہے غشی پر غشی طاری ہوتی رہی سو خدا نے جو سزا دینے میں دھیما اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے اپنی الہامی شرط کے موافق ان سے معاملہ کیا۔ **اب چڑیا اپنے پنجرہ سے نکلی ہوئی** پھر کیونکر اسی پنجرہ میں داخل ہوجائے۔ **پیارے ناظرین!** کیا تم ہماری تحریروں کو غور سے نہیں دیکھتے کیا سچائی کی **شوکت** تمہیں ان کے اندر معلوم نہیں ہوتی کیا **نور فراست** تمہارا گواہی نہیں دیتا کہ یہ ایمانی قوت اور شجاعت اور یہ استقلال دروغ گو سے کبھی ظاہر نہیں ہوسکتا کیا میں پاگل ہوگیا یا میں دیوانہ ہوں کہ اگر قطعی طور پر مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی **تین ہزار روپیہ** برباد کرنے کو تیار ہوگیا ہوں۔ (انوار الاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 77)

## 30 دسمبر 1895 کے اشتہار میں غیرت دلانیوالے الفاظ تا کہ آتھم قسم کھائے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: آخری پیغام جو آتھم صاحب کو قسم کھانے کے لئے پہنچایا گیا وہ اشتہار 30 دسمبر 1895 کا تھا اس میں یہ غیرت دلانیوالے الفاظ بھی تھے کہ اگر آتھم کو عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کردیں اور ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی وہ قسم نہیں کھائینگے۔ سو چونکہ آتھم نے سچی قسم سے منہ پھیرا اور نہ چاہا کہ حق ظاہر ہو سو جیسا کہ اس نے حق کو چھپایا خدا نے اپنے وعدہ کے موافق اس کے وجود کو اس کے ہم مذہب لوگوں کی نظر سے چھپا لیا۔ (انجام آتھم رُوحانی خزائن جلد 11 صفحہ 3)

## آتھم نہیں مرا تو لوگوں نے کہا کیوں نہیں مرا اور لیکھرام مرگیا تو لوگوں نے کہا کیوں مرگیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

آتھم نے نرمی اور شرم اختیار کی اور اس کا دل خوف سے بھر گیا سو خدا نے الہام کی شرط کے موافق خوف کے ایام میں اسکو مہلت دیدی مگر دُنیا کے لوگوں نے پھر یہی کہا کہ ”آتھم کیوں نہیں مرا“ اور لیکھرام نے کچھ خوف نہ کیا اور شوخی دکھلائی اسلئے خدا تعالیٰ نے ٹھیک ٹھیک میعاد کے اندر اسکو ہلاک کیا اور دُنیا کے لوگوں نے کہا کہ ”کیوں لیکھرام مرگیا ضرور کوئی خفیہ سازش ہوگی“ سو وہ جو میعاد کے اندر مرنے سے بچایا گیا اس پر بھی مخالفوں کا شور اٹھا کہ کیوں بچایا گیا اور جو میعاد کے اندر پکڑا گیا اس پر بھی شور اٹھا کہ کیوں پکڑا گیا۔ (نشان آسمانی رُخ ج12 صفحہ 52)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاکھ جتن کئے لیکن آتھم نے قسم نہیں کھائی۔ چار ہزار روپے کا بھاری بھرکم انعام رکھا لیکن پھر بھی قسم کھانے پر راضی نہ ہوا۔ اس ذلت سے بچنے کیلئے آتھم نے یہ جھوٹا عذر پیش کیا کہ قسم کھانا ہمارے مذہب میں منع ہے اور مارٹن کلارک نے لکھا کہ عیسائیت میں قسم کھانا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلمانوں میں خنزیر کا گوشت۔ اسکا جو جواب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے وہ ہم انشاء اللہ اگلے شمارہ میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور) ..☆......☆..

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان — Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 13 - May - 2021 Issue. 19

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

**ANNUAL SUBSCRIPTION** : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro ( **WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

## رمضان میں جو نیکیاں کرنے کی توفیق ملی اُنہیں رمضان کے بعد بھی جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ اس میں ترقی کرنی چاہئے

## اپنے بچوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر اپنے ساتھ لگا کر ایک خاص تعلق اپنے ساتھ پیدا کر کے انہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بتانے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری نسلوں کے دین کو دجالی فتنوں سے سلامت رکھے

## ہر احمدی کو ہر احمدی کی ہر قسم کی مشکلات دُور کرنے کیلئے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے اس سے آپس کی محبت اور بھائی چارے اور تعلق کی فضا پیدا ہوگی

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 7 رمئی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اسلام کی برابر سختی سے مخالفت کرتے رہے۔ ایک دن ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس مذہب کے بانی کا ہی کام تمام کر دیا جائے اور اس خیال کے آتے ہی انہوں نے تلوار ہاتھ میں لی اور رسول کریمؐ کے قتل کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارنے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ اپنے گھر کی تو پہلے خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ اس شخص نے کہا خود جا کر دیکھ لو۔ حضرت عمر وہاں گئے دروازہ بند تھا اندر ایک صحابی قرآن کریم پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر نے دستک دی۔ بہنوئی نے دروازہ کھولا۔ آپس میں کچھ کہا سنی ہوئی۔ حضرت عمر کو غصہ آیا اور وہ اپنے بہنوئی کو مارنے کیلئے آگے بڑھے۔ آپ کی بہن درمیان میں آگئیں۔ حضرت عمر کا ہاتھ زور سے ان کی ناک پر لگا اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہ انہوں نے عورت پر ہاتھ اٹھایا ہے شرمندہ ہونے لگے اور بات ٹلانے کیلئے کہا اچھا مجھے بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے وہ قرآنی اوراق لا کر دیئے جو وہ پڑھ رہے تھے۔ قرآنی آیات پڑھتے ہی ان کے اندر رقت پیدا ہوئی اور جب وہ آیات ختم کر چکے تو بے اختیار انہوں نے کہا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور دار ارقم میں حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آئے۔

جب حضرت عمر کے اسلام کی خبر قریش میں پھیلی تو وہ سخت جوش میں آ گئے اور اسی جوش کی حالت میں انہوں نے حضرت عمر کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عمر باہر نکلے تو ان کے اردگرد لوگوں کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جوشیلے ان پر حملہ آور ہو جائیں لیکن حضرت عمر بھی نہایت دلیری کے ساتھ ان کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر اسی حالت میں مکہ کا رئیس اعظم عاص بن وائل وہاں آ گیا اور اس ہجوم کو دیکھ کر اس نے اپنے سردارانہ انداز میں آگے بڑھ کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے کہا عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس رئیس نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے کہا اس ہنگامے کی ضرورت نہیں ہے میں عمر کو پناہ دیتا ہوں۔ اس آواز کے سامنے عربی دستور کے مطابق لوگوں کو خاموش ہونا پڑا اور وہ منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر چند دن تک امن میں رہے کیونکہ عاص بن وائل کی پناہ کی وجہ سے کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا لیکن اس حالت کو حضرت عمر کی غیرت نے زیادہ دیر تک برداشت نہ کیا چنانچہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انہوں نے عاص بن وائل سے جا کر کہہ دیا کہ میں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں۔

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرتے ہوئے آپ کے سینے پر تین دفعہ ہاتھ مارا۔ اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ مَا فِیْ صَدْرِہٖ مِنْ غِلٍّ وَّابْدِلْہُ اِیْمَانًا۔ اے اللہ اسکے سینے میں جو کچھ بھی بغض ہے اس کو دور کر دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔ آپ نے یہ دعا تین دفعہ فرمائی۔

حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مَیں ابوجہل کے پاس گیا اور اُسے کہا کہ میں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ میں اللہ پر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور میں نے اسکی تصدیق کی ہے جو وہ لایا ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس نے دروازہ مجھ پر بند کر دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو اور اس چیز کو جو تو لایا ہے برباد کرے۔

حضور انور نے فرمایا: جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ حضرت عمر نے عاص بن وائل کی پناہ کو ردّ کر دیا تھا حضرت عمر خود بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی مسلمان کو مار پڑتے ہوئے دیکھتا رہوں اور مجھے نہ مارا جائے۔

حضرت عبداللہ بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ حضرت عمر بن خطاب کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میرے نفس کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا نہیں، اُسکی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک میں تمہارے نفس سے زیادہ تمہیں محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر نے آپ سے عرض کیا اللہ کی قسم اب آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب ٹھیک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابوطالب نے بتایا کہ میں مہاجرین میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے چھپ کر ہجرت نہ کی ہو سوائے حضرت عمر بن خطاب کے، کہ جب آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو صحن کعبہ میں جا کر بآواز بلند اسکا اعلان کیا۔ حضور انور نے فرمایا لیکن سیرت نگار اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ ایک سیرت نگار محمد حسین ہیکل نے اس بحث کو اٹھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ خاموشی سے ہجرت کریں تو اس واضح حکم کے ہوتے ہوئے حضرت عمر کیسے اسکی نافرمانی کر سکتے تھے۔

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے جو ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر تھے جو بنو عبدالدار میں سے تھے پھر حضرت ابن ام مکتوم آئے جو نابینا تھے اور بنو فہر میں سے تھے پھر حضرت عمر بن خطاب بیس لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر آئے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ میرے پیچھے ہی ہیں یعنی کچھ عرصہ بعد آ جائیں گے۔ پھر کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور ابوبکر آپ کے ساتھ تھے۔ حضور انور نے فرمایا: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر زیادہ قوی امکان یہی ہے کہ حضرت عمر نے کسی وقت مجلس میں ہجرت کا ذکر کر دیا ہو اور جوش میں کہہ دیا ہو کہ مجھے روک کر دکھانا لیکن ہجرت خاموشی سے ہی کی ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ بیس لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ واللہ اعلم۔

ایک صحابی نے اذان کے الفاظ رؤیا میں دیکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں فرمایا: تم بلال کے ساتھ جاؤ۔ ان کو بتاتے جاؤ جو تمہیں بتایا گیا ہے، پس وہ اس کی منادی کرے۔ جب حضرت عمر بن خطاب نے نماز کے لئے حضرت بلال کی آواز سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً میں نے بھی وہی دیکھا ہے جیسا کہ اس نے اذان میں کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اس وقت میں اس طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ رمضان میں جو نیکیاں کرنے کی توفیق ملی ہے انہیں رمضان کے بعد بھی ہمیں جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ اس میں ترقی کرنی چاہئے ورنہ رمضان میں سے گزرنا ہمارے لئے بے فائدہ ہے۔ فرمایا گزشتہ جمعہ کو میں نے درود اور استغفار کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف رمضان تک ہی محدود نہ رہے۔

حضور انور نے فرمایا: فی زمانہ جب دجالی چالیں نئے نئے حربے استعمال کر رہی ہیں دنیا کی چکا چوند نے اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ ہمارے نوجوان اور بچے بھی بعض اوقات اس کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں اپنے لئے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی حملوں سے دجالی حملوں سے بچا کے رکھے اور اپنے بچوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر اپنے ساتھ لگا کر ایک خاص تعلق اپنے ساتھ پیدا کر کے انہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بھی بتانے کی ضرورت ہے اور پھر بچوں کے دلوں میں مکمل یقین پیدا کروا کر پھر انہیں ایسا خدا تعالیٰ کے ساتھ چمٹائیں کہ ان کا کوئی فعل کوئی عمل کوئی کام ان کی کوئی سوچ خدا تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہوئے اپنے اعمال پر مستقل نظر رکھتے ہوئے اپنی نسلوں کو بچانے کا ذریعہ بنیں۔ بے حیائی اور لغویات کی انتہا جتنی آجکل ہے شاید ہی پہلے کبھی ہو۔ ہر گھر میں ٹی وی کے ذریعہ سے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے یہ چیز پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے تو باہر جا کے خطرہ ہوتا تھا اب تو گھروں کے اندر خطرہ ہے۔ چھپ کے بچے بیٹھ کے دیکھ رہے ہیں پتہ ہی نہیں لگتا کیا کچھ دیکھ رہے ہیں۔ پس بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری نسلوں کے دین کو سلامت رکھے ہماری روحانی ترقی ہو۔

اسی طرح اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آجکل جو کورونا کی وباء پھیلی ہوئی ہے جس نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اس سے بچنے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کیلئے بھی خاص طور پر بہت دعائیں کریں۔ اسی طرح جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے اور زندگیاں ان کیلئے اجیرن کی ہوئی ہیں ان کیلئے بھی بہت دعا کریں۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ کی دعائیں بہت پڑھیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم اپنی دعاؤں کے دائرے کو جتنا وسیع کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل ہم پر ہوں گے اس لئے خاص طور پر ہر احمدی کو ہر احمدی کی ہر قسم کی مشکلات دور ہونے کیلئے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے اس سے غیر محسوس طور پر آپس کی محبت اور بھائی چارے اور تعلق کی فضا بھی پیدا ہوگی۔ عمومی طور پر مسلم امہ کیلئے بھی دعا کریں۔ انسانیت کیلئے مجموعی طور پر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صحیح رستے پر چلائے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی توفیق دے۔ بہرحال ہمارا کام ہے دعائیں کرنا اور دعائیں کرنا اور دعائیں کرتے چلے جانا۔ رمضان میں بھی اور رمضان کے بعد بھی۔ سب کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad